مسلسل اشاعت کے تینتالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

# ماہنامہ الحق


513

جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

مئی 2008ء



مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

# مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

| نمبر شمار | نام کتاب | تصنیف | افادات | صفحات |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی" | حضرت مولانا سمیع الحق | شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق" | ۵۳۶ |
| ۲۔ | دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد) | " " " | " " " " " | ۱۱۹۲ |
| ۳۔ | قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ | " " " | " " " " " | ۴۰۰ |
| ۴۔ | عبادات و عبدیت | " " " | " " " " " | ۸۸ |
| ۵۔ | مسئلہ خلافت و شہادت | " " " | " " " " " | ۱۰۴ |
| ۶۔ | صحبتے با اہل حق (مجلد) | مولانا عبدالقیوم حقانی | " " " " " | ۴۰۸ |
| ۷۔ | اسلام اور عصر حاضر (مجلد) | حضرت مولانا سمیع الحق | حضرت مولانا سمیع الحق | ۴۶۰ |
| ۸۔ | قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق | " " " | " " " " " | ۹۶ |
| ۹۔ | کاروان آخرت (مجلد) | " " " | " " " " " | ۴۴۶ |
| ۱۰ | شیخ الحدیث مولانا عبدالحق" خصوصی نمبر | مولانا عبدالقیوم حقانی | " " " " " | ۱۲۰۰ |
| ۱۱۔ | قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف | حضرت مولانا سمیع الحق | " " " " " | ۲۰۸ |
| ۱۲ | قادیان سے اسرائیل تک | " " " | " " " " " | ۲۲۴ |
| ۱۳۔ | قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف | " " " | " " " " " | - |
| ۱۴۔ | میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد) | " " " | " " " " " | ۵۶۰ |
| ۱۵۔ | روی الحاد | " " " | " " " " " | ۲۲۰ |
| ۱۶۔ | فتاوی حقانیہ | مولانا مفتی مختار اللہ | حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ | ۳۶۰۰ |
| ۱۷۔ | خطبات حق | " " " | حضرت مولانا سمیع الحق | ۴۵۰ |
| ۱۸ | نظام اکل و شرب | " " " | " " " " " | ۴۵۰ |
| ۱۹۔ | صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام | مولانا عبدالقیوم حقانی | " " " " " | ۵۰۰ |
| ۲۰۔ | شرح شمائل ترمذی | | " " " " " | زیر طبع |
| ۲۱ | مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی | مولانا مفتی مختار اللہ | مولانا مفتی مختار اللہ | ۱۰۰ |
| ۲۲ | انوارِ حق (جلد اول) | حافظ سلمان الحق حقانی | حضرت مولانا انوار الحق حقانی | ۲۶۰ |

مؤتمر المصنفین ٥ جامعہ دار العلوم حقانیہ ١٥ کوڑہ خٹک

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ تعداد اشاعت ۔

31-3-09

ماهنامہ
# الحق

جلد نمبر ---- 43
شمارہ نمبر ---- 8
جمادی الاول ---- ۱۴۲۹ھ
مئی ---- ۲۰۰۸ء

| مدیر اعلیٰ | نگران | مدیر |
|---|---|---|
| حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ | حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ | حافظ راشد الحق سمیع حقانی |

ناظم شفیق الدین فاروقی

## اس شمارے کے مضامین


نقش آغاز: پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ق) کی ڈگر پر۔ حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی رحلت ........ راشد الحق سمیع حقانی ۲

امت کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کیلئے سترہ نکاتی میثاق وحدت ........ ادارہ ۴

حرمین الشریفین میں پینتالیس سال قبل میری پہلی حاضری۔ (۳) مولانا سمیع الحق صاحب ۶

خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریاں ........ مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ ۲۰

خطوط مولانا انظر شاہ کشمیریؒ (بنام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ) ........ مولانا عرفان الحق ۲۶

علم منطق کی اہمیت و ضرورت ........ حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب ۳۵

سوانحی خاکہ شیخ الحدیث مولانا فضل واحدؒ ........ مولانا فضل وہاب ۴۶

دار المصنفین شبلی اکیڈیمی اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی (تعارف و خدمات) ........ محمد بلال اعجاز ۴۸

مغربی میڈیا اور عالم اسلام کی صورتحال ........ محمد اسلام حقانی ۵۸

دار العلوم کے شب و روز (دار العلوم کے وسطانی امتحانات اور تقسیم انعامات۔ کینیڈین نومسلم خاتون کی آمد۔ مولانا مدظلہ کے اسفار، مولانا عبد الحلیم صاحب کی اہلیہ کی وفات ........ جناب شفیق الدین فاروقی ۶۳


**نوٹ:** ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

# پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ق) کی ڈگر پر

نہ تم بدلے نہ ہم بدلے نہ دل کی آرزو بدلی میں کیسے اعتبارِ انقلاب آسماں کرلوں؟

وطن عزیز کی تارتار قباء میں ابھی مزید کتنے دردوحزن کے پیوند لگنے باقی ہیں؟ رہبروں رہنماؤں کے روپ میں لٹیروں اور رہزنوں کے ہاتھوں یہ قوم ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار لٹی ہے۔ امید بہار کی دیرینہ جستجو کا خون ہر بار خزانوں نے کیا ہے۔ انقلاب، خوشنما نعروں، وعدوں، نئے نظام کی تنفیذ اور گرجدار تقریروں نے عوامی جذبات کا خون ہر بار پہلے سے زیادہ کیا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ مذہبی پیشواؤں اور رہنماؤں کی متضاد پالیسیوں اور انکی آئے روز کے بدلتے موقف اور ہر لمحے بدلتے سیاسی و مراعاتی پرکشش عہدوں کے حصول نے بھی عوام پر بڑا برُا اثر ڈالا ہے اور وہ بھی دیگر سیاسی قائدین کی طرح اس ''گناہ'' میں برابر کے شریک ہیں۔ اسکی بڑی مثال موجودہ الیکشن میں ایم ایم اے کی خوفناک شکست قوم کے سامنے ہے۔ افسوس یہ ہے کہ نہ اس شکست سے ایم ایم اے نے کوئی سبق سیکھا اور نہ ہی پاکستان پیپلز پارٹی وغیرہ نے۔ ہم سمجھے تھے کہ پیپلز پارٹی آزمائشوں کی چکی میں پسنے کے بعد اور تین مرتبہ حکمرانی کے تجربات کے بعد اب عوام کی توقعات کے عین مطابق اقتدار کریگی اور پھر خصوصاً اسکے چیئرمین آصف علی زرداری جو اس دفعہ بار بار ملک وملت پر قابض فرسودہ نظام بدلنے کے بلند بانگ دعوے کررہے تھے۔ قوم اس مغالطے میں ایک بار پھر آگئی تھی کہ شاید یہ ''مرد بحران'' کوئی ''معجزہ'' اس بار کر دکھائے۔ لیکن پیپلز پارٹی اور اسکی ''باکمال'' قیادت تو دو ماہ سے بھی کم عرصے میں بری طرح ناکام ہوگئی اور اس نے ججز کو بحال نہ کرکے اور خارجہ پالیسی کے ایشوز پر پرویز مشرف کا کھلم کھلا ساتھ دے کر مسلم لیگ (ق) والی پوزیشن اپنے لئے بنالی ہے۔ اور حسب سابق ماضی کے روایتی شاطرانہ پالیسیوں اور سیاسی قلابازیوں کا مظاہرہ شروع کردیا ہے۔ ججز کی بحالی پر قوم نے ان پارٹیوں کو ووٹ دیا۔ پھر سب سے بڑھ کر پرویز مشرف اور مسلم لیگ (ق) کی داخلہ اور خصوصاً خارجہ پالیسیوں کے خلاف قوم نے اس الیکشن میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کو بھاری اکثریت میں کامیاب کرایا۔ لیکن جس صبح جانفزا اور نخلستان کی یہ نیم جاں اور تشنہ لب قوم انتظار کررہی تھی وہ صبح طلوع نہ ہوئی، یہ طلوع صبح صادق نہیں تھا بلکہ طلوع کاذب ثابت ہوا۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ اس شب گزیدہ قوم کے مقدر میں سحر نہیں بلکہ ایک اور اندھیری رات اور صحرا ان کا منہ چڑا رہی ہیں۔

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

ججز کی بحالی پر معاہدہ مری اور معاہدہ دبئی میں بار بار قوم کو وعدۂ فردا پر بہلایا گیا۔ نتیجتاً نواز شریف اس اتحاد سے الگ ہوگئے اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ یہی عوامی توقعات تھیں۔ ججز کی بحالی کے علاوہ بھی قوم کے اور بھی کئی دکھ تھے۔ خصوصاً امن وامان کی بگڑتی صورتحال، مہنگائی کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ، بڑھتی بے روزگاری، اور حکومتی اداروں کی

ناکامی اور خصوصاً بجلی کی اذیت ناک لوڈشیڈنگ وغیرہ وغیرہ۔ان کی جانب بھی حکومت نے کوئی بھی سنجیدہ قدم نہیں اٹھایا۔حکومت کی ابتدائی چال ہی سے اس کے انجام سفر کا اندازہ ہوتا ہے۔پاکستان ایسے نازک اور خطرناک دور سے گزر رہا ہے جس کی مثال ساٹھ برسوں میں نہیں ملتی۔ پرویز مشرف جو اس فساد کی بنیادی جڑ ہے' جوں کی توں اس نظام اور پاکستان کو مزید کھوکھلا کرنے کے درپے ہے۔امریکی سازشیں بھی کھل کر نااہل حکمرانوں کے کندھے تھپتھپا رہی ہیں۔قوم ایک نئے امتحان اور نئے بحران کیلئے تیار رہے۔شاید اس بدنصیب قوم کے دن ابھی جاگے نہیں۔

---

# حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی رحلت

کاروانِ آخرت کے مسافروں کی نقل مکانی جہان فانی سے جس تیزی کے ساتھ دار البقاء کی جانب ہو رہی ہے اور علم وادب کے روشن چراغ جس برق رفتاری سے بجھتے چلے جا رہے ہیں' تو بظاہر یہی لگ رہا ہے کہ علم وفضل کے شہر اور بستیاں کچھ ہی عرصہ میں بالکل ویران ہو جائیں گی۔ اب تو کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنا خونچکاں قلم اور فگار انگلیاں اب صرف مرثیہ گوئی اور نوحہ نویسی لکھنے کے لئے رہ گئے ہیں۔ ہر مہینے اور ہر ہفتے کسی نہ کسی عالم دین' زعیم ملت اور علم وادب کے کسی نہ کسی آفتاب و ماہتاب کی جدائی پر اپنا قلم اور دل خون بہاتا رہتا ہے۔

یونہی گر روتا رہا غالب تو اہل جہاں　　دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

تازہ حادثہ کی خبر شیخ الحدیث حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی حسرت ناک وفات ہے۔ جو زینت المحدثین' نابغہ عصر' فخر علماء دیوبند حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے باکمال فرزند تھے۔آپ کی یہ نسبت خود بھی بہت بڑی سعادت کی علامت ہے لیکن اس کیساتھ ساتھ آپ جوہر ذاتی اور خداداد صلاحیتوں اور محنت شاقہ کی بدولت علم وفضل کی بلند ترین اوج ثریا پر پہنچ گئے تھے۔ زندگی بھر آپ نے درس وتدریس اور خصوصاً حدیث نبوی ﷺ کی خدمت میں گزار دی۔ دار العلوم دیوبند (وقف) کی عظیم مسندِ حدیث پر اپنے اکابرین کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے برسوں قال اللہ' قال رسول اللہ کی زمزموں میں خوش الحان رہے۔اس کے علاوہ تصنیف وتالیف سے بھی خصوصی دلچسپی رہی اور کئی اہم موضوعات پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔اس طرح آپ نے ہر طرح سے یہ محاورہ صحیح ثابت کیا کہ الولد سر لابیہ . آپ کا حضرت داداجانؒ اور حضرت والد صاحب مدظلہ کیساتھ خصوصی تعلق زندگی بھر قائم رہا۔ ماہنامہ ''الحق'' کیساتھ آپکی فکری' ذہنی' علمی اور ادبی ہم آہنگی زندگی بھر رہی۔ آپکے ارسال کردہ خطوط سے ماہنامہ ''الحق'' کیساتھ آپکے والہانہ تعلق کا پتہ چلتا ہے۔(جو شریک اشاعت ہیں) آپکا وجود مسعود علمی دنیا کیلئے سراپا خیر ہی خیر تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں اور بالخصوص علمی حلقوں کیلئے آپکا ان نازک حالات میں یوں اٹھ جانا مزید باعث قلق ورنج ہے۔دار العلوم حقانیہ اور ادارہ کے تمام حضرات دار العلوم دیوبند اور حضرت کے فرزند حضرت مولانا احمد خضر شاہ اور دیگر پسماندگان سے دلی تعزیت کرتے ہے۔　ع　آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ادارہ

# امت کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے سترہ نکاتی میثاق وحدت

**ایران کے بین الاقوامی مذہبی ہم آہنگی کانفرنس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے پیش کردہ میثاق کا متن**

ایران کے مذہبی ہم آہنگی کے ادارہ تقریب بین المذاہب کے سربراہ علامہ محمد علی تسخیری (جو پچھلے ماہ سفر پاکستان کے دوران دارالعلوم تشریف لائے تھے اور مولانا مدظلہ کو ہونے والے بین الاقوامی کانفرنس میں بہ اصرار شرکت کی دعوت اور وعدہ لے چکے تھے) کی دعوت پر مولانا مدظلہ تہران گئے' مولانا براستہ کراچی و دبئی رات بھر سفر کر کے صبح ۴ رمئی کی ابتدائی نشست میں شریک ہوئے۔ کانفرنس کا افتتاح سابق صدر جناب ہاشمی رفسنجانی نے کیا' پورے عالم اسلام اور دنیا بھر سے سینکڑوں سرکردہ علماء' دینی جماعتوں کے رہبر اور سکالر شریک ہوئے۔ سہ روزہ کانفرنس کے آخری دن ۶ رمئی کو صبح کے اجلاس میں مولانا مدظلہ نے عربی اور فارسی میں مفصل خطاب کیا۔ کانفرنس کا بنیادی ایجنڈا وحدت امت کے لئے منشور اور دستور فراہم کرنا تھا۔ مولانا سمیع الحق نے امت مسلمہ کو درپیش عالم کفر کی طرف سے چیلنجوں اور امت کے خلاف عالمی اتحاد پر روشنی ڈالی' انہوں نے اسلام کے رخ روشن کو مسخ کرنے کے لئے عالمی مغربی میڈیا کی یلغار کے خلاف ٹھوس لائحہ عمل تیار کرنے پر زور دیا۔ وحدت امت کی ضرورت سے اتفاق کرتے ہوئے انہوں نے اس کے لئے تیار کئے گئے منشور میں ایسے نکات شامل کرنے پر زور دیا جو وحدت امت اور فکری ہم آہنگی کو پارہ پارہ کرنے والے امور کا راستہ روکیں جس کے بغیر سیمناروں اور منشوروں اور تمام کوششوں کے مثبت نتائج سامنے نہیں آسکتے۔ مولانا مدظلہ نے اس سلسلہ میں پاکستان میں ان کی کوششوں سے تشکیل پانے والے تمام مکاتب فکر کے ملی یکجہتی کونسل کا ذکر کیا اور اس کونسل کے طویل غور وحوض اور کئی اجلاسوں میں اتفاق سے طے پانے والے سترہ نکاتی' وحدت میثاق کو تفصیل سے پیش کیا اور اس کے ایک ایک شق پر روشنی ڈالی۔ اور شرکاء اجلاس اور حکومتِ ایران کو ان نکات کی روشنی میں وحدت امت کے لئے مؤثر کام کرنے کی توجہ دلائی۔ مولانا نے اصل نکات کا ترجمہ فارسی میں پیش کیا۔ مگر عربی مشائخ اور علماء نے فوری طور پر عربی زبان میں اس کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ چند گھنٹوں میں اس کا عربی مسودہ تیار اور طبع کرایا گیا جو شام کو اجلاس کے اختتامی نشست میں تقسیم ہوا۔ اس میثاق وحدت میں دیگر امور کے علاوہ پہلی بار صحابہ کرامؓ ' خلفاء راشدین' ازواج مطہرات' امہات المومنین اور اہل بیت اطہار کی عظمت وحرمت کے تحفظ اور کسی طبقہ کے اکابر اور بزرگوں کی تنقیص و بے حرمتی کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے اور پہلی دفعہ ایران کے دارالخلافہ کے ایک عالمی اجتماع میں وحدت امت کے بنیادی تقاضوا ،کا علَم بلند کیا گیا۔ مولانا مدظلہ کے پیش کردہ اس وحدت میثاق کو اجلاس نے بیحد

سراہا اور اس کی تحسین و پذیرائی کی گئی۔ مولانا مدظلہ نے دورۂ تہران میں عالم اسلام اور ایران کی اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ بالخصوص وزیر خارجہ منوچہر متقی صاحب سے بھی پاکستان ایران اور عالمی امور پر تفصیلی ملاقات ہوئی۔ یہاں قارئین کی خدمت میں اس سترہ نکاتی میثاق وحدت کا متن پیش کیا جارہا ہے جس کی عربی اور فارسی کا بیان بھی اجلاس میں پیش کی گئیں: (1) اختلافات اور بگاڑ کو دور کرنے کیلئے ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر نظم مملکت اور نفاذ شریعت کیلئے ایک بنیاد پر متفق ہوں، چنانچہ اس مقصد کیلئے ہم ۳۱ سرکردہ علماء کے ۲۲ نکات کو بنیاد بنانے پر متفق ہیں۔ (2) ہم ملک میں مذہب کے نام پر دہشتگردی اور قتل و غارت گری کو اسلام کے خلاف سمجھنے اور اس کی پرزور مذمت کرنے اور اس سے اظہار برات کرنے پر متفق ہیں۔ (3) کسی بھی اسلامی فرقہ کو کافر اور اسکے افراد کو واجب القتل قرار دینا غیر اسلامی اور قابل نفرت فعل ہے۔ (4) (الف) نبی کریم ﷺ کی عظمت و حرمت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے اور آنحضور ﷺ کی کسی طرح کی توہین کے مرتکب فرد کے شرعاً، قانوناً، موت کی سزا کا مستحق ہونے پر ہم متفق ہیں اسلئے توہین رسالت ؐ کے ملکی قانون میں ہم اس پر ترمیم کو مسترد کرینگے اور متفق اور متحد ہو کر اسکی مخالفت کرینگے ''توہین رسالت ؐ'' کے مجرم عظمت اہل بیتؓ، اطہار و امام مہدیؑ، عظمت ازواج مطہراتؓ، اور عظمت صحابہ کرامؓ و خلفاء راشدینؓ ایمان کا جز ہے انکی تکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور انکی توہین و تنقیص حرام اور قابل مذمت و تعزیر جرم ہے۔ (5) ایسی ہر تقریر و تحریر سے گریز و اجتناب کیا جائیگا جو کسی بھی مکتب فکر کی دل آزاری اور اشتعال کا باعث بن سکتی ہے۔ (6) شر انگیز اور دل آزار کتابوں، پمفلٹوں اور تحریروں کی اشاعت، تقسیم و ترسیل نہیں کی جائیگی۔

(7) اشتعال انگیز اور نفرت انگیز مواد پر مبنی کیسٹوں پر مکمل پابندی ہوگی اور ایسی کیسٹیں چلانے والا قابل سزا ہوگا۔

(8) دل آزار، نفرت آمیز اور اشتعال انگیز نعروں سے مکمل اجتناب کیا جائے گا۔

(9) دیواروں، ریل گاڑیوں، بسوں اور دیگر مقامات پر دل آزار نعرے اور عبارتیں لکھنے پر مکمل پابندی ہوگی۔

(10) تمام مسالک کے اکابرین کا احترام کیا جائے گا۔

(11) تمام مکاتب فکر کے مقامات مقدسہ اور عبادت گاہوں کے احترام و تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔

(12) جلسوں، جلوسوں، مساجد اور عبادت گاہوں میں اسلحہ خصوصاً غیر قانونی اسلحہ کی نمائش نہیں ہوگی۔

(13) عوامی اجتماعات اور جمعہ کے خطبات میں ایسی تقریریں کی جائینگی جس سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا کرنے میں مدد ملے۔ (14) عوامی سطح پر ایسے اجتماعات منعقد کئے جائیں جن سے تمام مکاتب فکر کے علماء بیک وقت خطاب کر کے ملی یکجہتی کا عملی مظاہرہ کریں۔ (15) مختلف مکاتب فکر کے اور مشترکہ عقائد و نکات کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔ (16) باہمی تنازعات کو افہام و تفہیم اور تحمل و رواداری کی بنیاد پر طے کیا جائیگا

(17) ضابطہ اخلاق کے عملی نفاذ کیلئے ایک اعلیٰ اختیاراتی بورڈ تشکیل دیا جائے گا جو اس ضابطہ کی خلاف ورزی کی شکایات کا جائزہ لے کر اپنا فیصلہ صادر کرے گا، اور خلاف ورزی کے مرتکب کے خلاف کاروائی کی سفارش کریگا۔

قسط نمبر (۳) رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

# حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

## پینتالیس سال قبل سفر حج کے احوال ومشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

## سفر عشق کا دوسرا مرحلہ : کراچی سے درِ حبیبؐ کی چوکھٹ تک

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں مارچ کے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیام حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روز نامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' مارچ کے شمارہ میں سفر حج کی مراساتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کیے جارہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یادداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد وہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حک واضافہ اور ترمیم کیے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ [ (مولانا) سمیع الحق ]

**۲۴ رجنوری ۸ ر رمضان المبارک یوم الجمعہ:**

اللہ اللہ آج خواب مقصود ومحبوب شرمندہ تعبیر ہوتا دکھائی دے رہا ہے' انتظار اور پریشانی کے دن ختم ہونے کو ہیں' ان شاء اللہ آج جہاز کی روانگی ہے صبح سویرے مولانا بنوری اور دیگر حضرات سے رخصت لی' مولانا بنوری کے ہاں آٹھ بجے تک رہے حج کے بارہ میں مفید ہدایات اور نصائح کی مجلس رہی مفید معلومات سے نوازتے رہے۔

**طواف میں محاذات صدر مفسد طواف ہے:**

فرمایا کہ فقہ میں طواف کے دوران صرف تیاسر کا لکھا ہے (یعنی خانہ کعبہ کو بائیں طرف رکھنا) مگر حقیقت کی

پوری تشریح نہیں ہوئی جبکہ بحالت طواف اگر سینہ خانہ کعبہ کے محاذات میں چلتے ہوئے ایک قدم یا ایک انچ بھی آ جائے تو طواف فاسد ہو جاتی ہے یہ ایسا ہے جیسا بحالت صلوۃ قبلہ سے انحراف ہو جائے تو صلوۃ فاسد ہو جاتی ہے۔

بہ حالت تقبیل، واستلام حجر اسود بالکل کھڑا رہے اور اسی حالت میں بغیر چلنے کے قدم موڑ کر آگے روانہ ہوتا کہ روانگی کے وقت محاذات صدر نہ آ جائے بلکہ صدر چاروں طرف میں بالکل سیدھی رکھے خانہ کعبہ کے سامنے نہ۔

**ابوحنیفہ اور موسم حج میں عمرہ کی ادائیگی:** اس طرح موسم حج سے قبل قبل مکہ سے مدینہ منورہ آنا چاہیے بعد از رمضان جس پر مکہ میں شوال داخل ہوا اس کیلئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک موسم حج میں ادائیگی عمرہ جائز نہیں اس لئے آپ قبل از شوال اگر مکہ معظمہ گئے بھی تو عید سے قبل مدینہ واپس ہو جائیں تاکہ جب بعد میں مدینہ سے مکہ آ جائیں تو عمرے کر سکیں اور مسلک امام کی مخالفت نہ ہو مولانا نے کہا کہ تعجب ہے کہ اکثر علماء احناف بھی بے احتیاطی کرتے ہیں اور آفاقیوں کے لئے ایسے موقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے توسعات نکالتے ہیں

**مودودی مولانا بنوری کی نظروں میں:** باتوں کا موضوع دوران سخن مودودیت وغیرہ کی طرف مڑا، فرمایا کہ لوگوں کو مودودی کی اصولی اور بنیادی غلطیوں کا علم نہیں اور ایسی باتوں کی وجہ سے اسے نشانہ بنا رہے ہیں جو اتنی وزنی نہیں اور قابل تاویل ہیں جس سے تکفیر یا تضلیل نہیں ہو سکتی مسئلہ اقامۃ حدود کی بھی مولانا نے تاویل کی پھر فرمایا کہ مودودی کی ایسی ایسی عبارتیں اور غلطیاں مجھے معلوم ہیں کہ اس کی وجہ سے وہ ضال کیا اکفر الناس بھی ہو سکتا ہے مثلاً اصول دین میں حسب مصلحت تغیر و تبدل (۱) وغیرہ پھر مولانا بنوری نے مودودی سے ملاقات کا بھی ذکر کیا کہ ان کی ملنے کی دعوت پر میں نے ان کے مقرر کردہ جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مقرر کی اور پانچ منٹ بعد گیا کہ ان کے لئے اخلاقاً احتراماً کھڑا نہ ہونا پڑے بلکہ وہ اٹھیں اپنی جگہ پر اکرام طیف کی وجہ سے اکراماً اٹھنے سے بچ گیا۔ تو ان کے بارہ میں خود میرا یہ حال ہے مگر لوگوں کے انداز مخالفت کو میں پسند نہیں کرتا اور اس وجہ سے بھی کہ اس وقت حکومت سے جماعت ہی ٹکر لے چکی ہے اس لئے میں حکومت کو خوش کرنے سے بچتا ہوں ___ مولانا زین العابدین صاحب کی وجہ سے نجدیت بھی زیر بحث رہی۔

**شیخ بن باز کا ورقۃ الاقامۃ:** فرمایا کہ مدینہ منورہ جا کر شیخ عبداللہ بن باز سے عبداللہ کاکاخیل اور حسن جان کی معرفت ورقۃ الاقامۃ لے لیں اس طرح آپ حجاج کی پابندیوں شرائط اور ٹیکسوں وغیرہ سے بچ سکیں گے اور اہل مدینہ جیسے ہوں گے۔ مولانا سے رخصت لے کر اختر حسن صاحب کے ہاں جانا ہوا انہوں نے کہا کہ آپ جلدی سٹیٹ بینک

---

(۱) بعد میں مولانا مرحوم نے ''الاستاذ المودودی'' کے نام سے عربی اور اردو میں مودودی صاحب کے بارہ میں اپنے خیالات تفصیلاً لکھے اور شائع ہوئے۔

پہونچیں میں نے فون کیا ہے' سٹیٹ بینک کے فاروقی صاحب آپ کو جلد فارغ کردیں گے اور بحمد اللہ ساڑھے دس بجے بینک کے کام سے فارغ ہوئے۔ اختر صاحب نے ایک ڈی ایس پی اور ایک دوسرے معتمد شخص کو ساتھ بھیجا کہ جہاز کے مراحل میں دقت نہ ہو ہمارا سامان احمد الرحمٰن صاحب نوشہرہ کے قاری شریف صاحب مولوی شفیق الرحمٰن صاحب ایک ٹیکسی میں لے کر پورٹ چلے گئے تھے ڈی ایس پی نے اپنی کار میں پورٹ پہونچایا' انتہائی ہنگامہ اور رش تھا ڈاکٹری سرٹیفیکٹ اور ایمگریشن کی لائنیں لگی ہوئی تھیں لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے ہمارا کام ڈی ایس پی صاحب نے متعلقہ افراد سے خود کرایا' کسٹم کا مرحلہ بھی ہنگاموں سے لبریز تھا مگر آسانی گزرا صرف ایک بکس کھول کر اس نے باقی سامان پر بھی کلیرنس کا نشان لگایا۔ گھی کے ٹین پر رکاوٹ پیدا کی مگر پھر اجازت دے دی۔ فارن کرنسی کے بینک والے روپے افسر نے لفافہ میں جہاز پر بھیج دیئے کہ وہ خود جہاز پر نہیں آسکتے تھے۔

<u>سفینہ جہاز کی روانگی</u> :

تین بجے ظہر ''سفینہ'' نامی بحری جہاز میں داخل ہوئے الوداع کہنے والے احباب سامنے کھڑے ہیں۔ اکوڑہ' مصری بانڈہ کے مولانا اسحاق ان کے ساتھ مغلکی اکوڑہ کے مولانا لطف اللہ صاحب جو کراچی میں خطیب ہیں' اور مجلس علمی کراچی کے مولانا طاسین صاحب' عزیزم احمد الرحمٰن صاحب وغیرہ موجود ہیں۔ جہاز سے حضرت والد ماجد کے نام خط لکھ کر قاری شریف صاحب کو دیا اور ساتھ ہی تار دینے کی بھی ہدایت کی کہ ان کی تشویش رفع ہو۔ ہمارے بنک (جہاز میں بستر اور چارپائی کا نمبر) ۲۴۸ اور ۲۴۹ ہے۔ بالائی بنک ہے ساتھ گول کھڑکی بھی ہے۔ بہت بڑا جہاز ہے' روشنی اور ہوا کا انتظام ہے۔ جہاز میں ہر طرف آمد و رفت کی اجازت ہے۔ لوگ مشایعت کے لئے کھڑے ہیں۔ ہم نے بھی احباب کو ہاتھ اور رومال ہلا ہلا کر رخصت کیا۔ جہاز سے تجارتی مال اتارا اور چڑھایا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے۔ لوگ چلے گئے اور اب رات کی تاریکی پھیلتی جا رہی ہے۔ **والحمدلله علی کل حال.** جہاز نے سیٹی بجادی اور سوا سات بجے رات جہاز نے حرکت شروع کی۔

**بسم الله مجريها و مرساها ان ربی لغفور رحيم.** معمولی سی حرکت کے سوا جہاز چلنے کا کوئی احساس نہیں ہوا' لوگوں نے بڑا ڈرایا تھا مگر مجھے بحمد للہ جہاز کی روانگی کا احساس بھی نہیں ہو سکا۔ رات کو جہاز کے عرشہ پر گئے چاروں طرف نیلے سمندر کی چادر پھیلی ہوئی تھی اوپر بھی نیلا آسمان' نیچے نیلا پانی

<u>۲۵ جنوری ۹ رمضان المبارک۔ بروز ہفتہ:</u>

جہاز کل رات کے سات بجے سے خراماں خراماں سمندر کی لہروں کو چیرتا ہوا جا رہا ہے۔ انسان بھی نعمت خداوندی کا ایک عجیب مظہر ہے۔ **وسخرلكم البحر** کی تفسیر یہاں سمجھ میں آجاتی ہے۔ سارا دن جہاز پرسکون طریقے سے جا رہا ہے۔ حرکت جہاز سے متلی دوران سر وغیرہ کی شکایت نہیں۔ نماز باجماعت کے لئے اوپر عرشہ کا ایک

حصہ مختص کر دیا گیا ہے اور کوشش ہے کہ وقت مقررہ پر باجماعت نمازیں ہوسکیں۔ دن بھر چاروں اطراف پانی کی دنیا پھیلی ہوئی ہے کہیں آبادی اور خشکی کا نام ونشان بھی نہیں۔ خلیج فارس کا بے اتھاہ علاقہ جسے اب خلیج عرب (عربین گلف) کہا جاتا ہے۔ سنا ہے کہ اس نام پر ایرانی اور خلیج فارس پر عرب ناراض ہوتے ہیں۔

**۲۶ رجنوری ۱۰ رمضان المبارک۔ بروز اتوار :**

**مسقط میں جہاز کا پڑاؤ:** جہاز صبح مسقط کی بندرگاہ پہونچا اس سے پہلے سمندر پر پرندوں کی اُڑان اور پھر پہاڑیوں کے نظر آنے سے خشکی کی اطلاع ہوئی۔ نماز سے پہلے دو چار بحری جہاز بھی دور سے گزرتے دیکھے۔ مسقط کی بندرگاہ نہیں۔ اسلئے جہاز نے دور ہی لنگر ڈالا' لانچیں دکھائی دے رہی ہیں اور سمندر میں چاروں طرف بادبانی کشتیاں بھی گھومتی پھرتی نظر آرہی ہیں جو شاید مچھلیوں کا شکار کرنے والوں کی ہیں' تھوڑی دیر میں لانچیں جہاز کے قریب پہونچ گئیں۔ سرکاری عملہ اور سامان اتارنے والے اور مسافروں کی سیڑھیوں پر چڑھنے اترنے کی آوازوں کھٹا کٹ نے خاموشی کو توڑ دیا ہے ___ زندگی میں پہلی مرتبہ عربوں کی زمین اور عربوں کے لباس اور گفتگو دیکھنے' سننے سے ایک روحانی لطف اور سکون آرہا تھا۔ ہمارا جہاز شمال جنوب میں کھڑا ہے اور مسقط ہمارے مغرب میں ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں نظر آرہی ہیں۔ شاید دور ہونے کی وجہ سے شہر میں گہما گہمی نظر نہیں آرہی مسقط چاروں طرف سے پہاڑوں میں اَٹا ہے۔ مسقط سے ذرا دائیں طرف دو چار فرلانگ میں متراشہر ہے جو غالباً مطرح لفظ ہے۔ اس کی آبادی بھی شاندار اور وسیع ہے۔ مسقط میں سلطانِ مسقط و اومان سعید بن تیمور بن فیصل اور مطرح میں سلطان کے بھائی والیٔ مطرح اسماعیل کی حکومت ہے۔

عام مزدور مفلوک الحال نظر آرہے ہیں' یہاں بھی دیگر شیوخ کی طرح انگریزوں کی عملداری ہے۔ تمام دن سامان اتارا اور چڑھایا جارہا ہے۔ جہاز میں نیچے سے آنے والے فروٹ وغیرہ بیچنے والوں کا بازار لگ گیا ہے۔ روپوں کا تبادلہ ہورہا ہے' پاکستانی دس روپے کے بدلے یہاں کے چھ روپے مل رہے ہیں۔ یہاں پرشین گلف میں انڈیا کی ایک خاص قسم کی کرنسی چلتی ہے' انگریز سمندر میں چھلانگ لگا لگا کر تیرا کی کر رہے ہیں۔ ایک نے اپنی کشتی اتاری اور دور جا نکلا۔

**صدر ناصر پاکستان اور کشمیر:** مسقط کے ایک معزز باشندے نے پاکستان کی عربوں کے ساتھ بے رخی کی شکایت کی اور کہا کہ ایوب خان نے مصر کے صدر ناصر کو فلسطین کے بارہ میں نئی پالیسی پر احتجاجی تار نہیں دیا جبکہ اکثر ممالک اور پنڈت نہرو نے بھی دیا تھا۔ ناصر نے کشمیر کی ثالثی کی پیشکش کی اور ایوب نے خاموشی اختیار کی۔ البتہ پاکستانی عوام عربوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے جواب میں کشمیر کے بارہ میں ناصر کی بے رخی کا ذکر کیا مگر اس نے انکار کیا۔ میں نے کہا آپ لوگ اپنے سلطان کے خلاف کیوں کچھ نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ ناصر نے عربوں کو ان کا مقام دکھلا دیا

ہے۔اب کسی نہ کسی دن کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔

ایک عرب کی ایمانی بے حمیتی: میں نے کہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو قتل کیا جارہا ہے' آپ کیوں خاموش ہیں؟ اس نے مضحکہ خیز طریقے سے کہا کہ کبھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی جوتی چوری ہوگئی' کبھی بال چوری ہوگیا' اور توہین آمیز طریقہ سے اپنی ٹھوڑی کو اشارہ کیا' مجھے اس کی ایمانی بے حمیتی اور بے غیرتی پر شدید غصہ آیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بھارت کے پروپیگنڈہ کی شدت اور اپنی کمزوری پر افسوس ہوا اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ان لوگوں کی بے اعتنائی پر از حد صدمہ ہوا۔دن بھر قیام کے بعد جہاز پانچ بجے شام یہاں سے روانہ ہوا۔رات کو عرشہ پر باجماعت تراویح پڑھیں۔

۲۷رجنوری ۱۱ررمضان المبارک۔بروز پیر :

اس وقت کا دبئی: ۲ربجے جہاز دبئی پہونچا' جہاز کے جنوب میں دو چار فرلانگ کے فاصلہ پر شہر نظر آرہا ہے جو تقریباً ایک میل پر پھیلا ہوا ہے۔شہر ترقی پذیر حالت میں ہے۔اور جدید ترقیات اور سہولتوں سے آراستہ لگتا ہے۔پانی کی ٹینکیاں' بجلی کے کھمبے اور بڑی بڑی عمارتیں' مساجد کے مینار دکھائی دے رہے ہیں۔ بندرگاہ پر دو چار جہاز پہلے سے لنگر انداز ہیں۔پانی کی سطح پر یہاں بھی دور دور تک سفید پرندے اڑ رہے ہیں اور فاختاؤں کے غول اڑ رہے ہیں۔سامنے کچھ لانچیں تیزی سے جہاز کی طرف آرہی ہیں کیونکہ یہاں بھی پختہ ڈکا (بندرگاہ) نہیں ہے۔جہاز دور گہرے پانی میں لنگر انداز ہوا ہے۔ جہاز کا عملہ سیڑھیاں فٹ کرنے میں لگا ہوا ہے۔ جہاز قبلہ رو لنگر انداز ہے۔شہر کے سامنے جہاز کے عرشہ پر ایک کابلی بزرگ کے چارپائی پر بیٹھ کر یہ سطور لکھ رہا ہوں۔تیز و تند ہواؤں کے ساتھ ساتھ دھوپ کی تپش بھی محسوس ہو رہی ہے۔

سمندری تلاطم نے دوبئی میں دو تین دن روکے رکھا: آج صبح سے سمندر میں قدرے تلاطم اور طغیانی ہے۔ جہاز معمولی حرکت میں ہے جس کی وجہ سے کچھ لوگوں کو قے اور شوریدگی اور چکر آنے لگا ہے۔ہم صبح سے دو بجے تک سوتے رہے۔ بفضلہ تعالیٰ کوئی شکایت نہ ہوئی' صرف سر میں گرانباری محسوس ہو رہی ہے۔نماز فجر سے قبل تین چار جہاز ہمارے جہاز کے دائیں بائیں گزرے۔رات کی تاریکی میں ایک چلتا پھرتا شہر ہر طرف اندھیرا اور نیلا پانی جہاز کے بتیوں اور قمقموں کی چمک دمک سے ایک عجیب سماں بندھا ہے۔ساتھ بجے کے قریب جہاز کے دائیں بائیں سمندر میں چھوٹی موٹی چٹانوں کا سلسلہ نظر آیا جو دور تک چلا گیا تھا۔ حیرت ہے کہ ان چٹانوں کی روشن کی گئی بتیوں سے نشاندہی ہو رہی تھی کہ جہاز کو ان سے بچا کر گزارا جاسکے' معلوم نہیں ان کا کنکشن کہاں سے ہے۔سمندر میں تلاطم کی وجہ سے لانچیں جہاز کے ساتھ لگانی مشکل ہیں جس کی وجہ سے دبئی کے مسافروں کو جہاز سے اترنے کی اجازت نہیں دی گئی۔اب کل تک جہاز یہیں کھڑا رہے گا' موسم ٹھیک ہوا تو مسافروں کو اترنے چڑھنے کا کام ہوگا۔افسوس کہ ایک دن ہمارا اور بھی

سمندری سفر بڑھ گیا۔اور منزل محبوب ﷺ تک پہونچنے میں تاخیر ہوگئی۔رات تک سامان کے چڑھانے اور اتارنے کا سلسلہ جاری رہا۔جہاز پر کرینوں کی گڑگڑاہٹ لوگوں کے شور وشغب اور جہاز کے ہچکولوں کی وجہ سے طبیعت سخت خراب رہی' سر میں درد اور متلی کا احساس ہونے لگا۔شام تک پڑا رہا۔افطار کے بعد ایک گولی کھائی جس سے طبیعت کو سکون ہوا۔رات کو عرشہ سے دبئی شہر کا نظارہ کیا۔بجلی اور رنگ برنگ قمقموں سے شہر جگمگا رہا ہے' کچھ آبادی جہاز کے مشرق میں بھی نظر آرہی ہے۔دو جہاز بھی چمک رہے ہیں۔تین بڑے بڑے مینار جو الگ الگ مساجد میں ہیں بھی بجلی سے جگمگا رہے ہیں' بسوں اور کاروں کی آمد ورفت جاری' یہاں بھی جہاز کے ٹھہرتے ہی لمبے کرتوں اور عقال باندھے ہوئے عرب مزدور سامان اتارنے والے قلی اور افسر آگئے' پولیس نے لمبا سا سیاہ کوٹ پہنا ہے۔اور شرطۂ دبئ کا تمغہ ٹوپی پر لگا ہے۔جہاز کے گیٹ پر یہاں کا سپاہی کھڑا ہوا ہے' جہاز پر دبئ کا جھنڈا لہرایا گیا ہے۔یہاں کے لوگ کچھ مخلوط سی بولی بولتے ہیں جو زیادہ تر سمجھ میں نہیں آتی' کچھ الفاظ سمجھ میں آجاتے ہیں۔رات کو سر میں چکر اور متلی کی وجہ سے تراویح بھی نہ پڑھ سکے' نہ سحری کھائی کہ افطار کا ارادہ تھا۔وان کنتم مرضی او علی سفر فعدۃ من ایام اُخر کی بناء پر دونوں عذر اکٹھے ہوگئے تھے۔

**۲۸رجنوری ۱۲رمضان المبارک۔بروز منگل :**

جہاز بدستور دبئ میں لنگر انداز ہے۔سمندر میں سکون نہیں' رفیق طریق سعید الرحمٰن کے چچازاد بھائی خلیل الرحمٰن صاحب یہاں ملازم ہیں انہیں اطلاع دی گئی تھی مگر وہ اطلاع نہ ملنے یا سمندر کی خرابی کی وجہ سے نہیں آسکے۔اب معلوم نہیں جہاز کب روانہ ہوگا؟ دبئ کے بیچارے مسافر بہت تنگ ہیں کہ ان کی کمند وہاں ٹوٹ گئی جب کہ لب بام دو چار ہاتھ دور ہے۔یہ لوگ بستر باندھ کر اترنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

**عرب مسافروں کا نقشہ اور زبانوں کا مغلوبہ:**

مسافروں میں اب کافی تعداد عربوں کی ہے' داڑھی صاف' لمبے کرتے' عقال باندھے یا صرف رومال لپیٹے ہوئے مخلوط قسم کی زبان بولتے ہیں۔شاید ایرانی اثرات کی وجہ سے فارسی عربی کا اور کچھ بلوچی کا ایک مغلوبہ تیار کیا ہے۔مزدور سامان اٹھواتے اترتے وقت ایک دوسرے کو ہریا' ہریا کی آواز سے پکارتے ہیں۔صبح عرشہ پر بیٹھے ہوئے سورج کی کرنیں جب سمندر پر پڑتی ہیں تو عجیب منظر ہوتا ہے۔

**رفیقان سفر مولانا حبیب اللہ گمانوی اور مولانا حامد میاں دہلوی:**

جہاز میں مولانا حبیب اللہ گمانوی کی مزاج پرسی کے لئے گئے' ملاقات ہوئی موصوف علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد اور مولانا بنوری کے دوست ہیں۔بڑے عالم اور انتہائی متواضع' مسکین' طبع بزرگ ہیں' اپنی بیوی کیساتھ حج کرنے جارہے ہیں۔مولانا بنوری نے بھی سفر میں ان کی خبر گیری کی تاکید فرمائی تھی۔ہمارے واقفین سفر میں مولانا

حامد میاں بھی مع اہلیہ جارہے ہیں جو دہلی کے مولانا محمد میاں دہلوی کے صاحبزادہ ہیں' ان سے بھی ملنا ہوتا رہتا ہے' لاہور میں مولانا احمد علی لاہوری سے دورۂ تفسیر کے دوران ان سے مسلم مسجد انارکلی میں ملاقاتیں ہوتی رہیں' حضرت والد ماجد سے ان کے زمانہ تدریس دیوبند میں تعلق رہا اور کوڑہ خٹک بھی ان سے ملنے آتے رہے ہیں' بڑی محبت اور شفقت کرتے ہیں' وہ بھی ہمارے پاس حال احوال پوچھنے آتے رہتے ہیں' اور کبھی ہم ان کے پاس۔ جہاز میں فارغ اوقات میں زبدۃ المناسک حضرت گنگوہی اور الفرقان کا حج نمبر اور فضائل حج مطالعہ کیلئے رکھے ہیں مگر طبیعت بہت کم مطالعہ کے لئے آمادہ ہوتی ہے۔ پرسوں سے مناجات مقبول کے ایک ایک منزل کا ورد ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن عمل اخلاص اور سوز قلب اور قبولیت دعوات کی نعمت سے نوازے' آمین۔

**۲۹رجنوری ۱۳رمضان المبارک۔ بروز بدھ :**

آج ہمیں معمول کے مطابق بحرین پہونچنا تھا مگر وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی مشیت چاہے۔ جہاز آج بھی دبئ میں لنگرانداز رہا۔ سمندر کی طغیانی کی وجہ سے مایوسی تھی کہ یہاں کا کام ختم ہو مگر عملہء جہاز نے کام شروع کر دیا اور دور ساحل سے بھی دخانی کشتیاں نظر آنے لگیں' تلاطم کی وجہ سے بڑی مشکل سے لانچیں جہاز سے لگ سکیں اور سامان کے حمل و نقل کا کام شروع ہوا۔ دبئ کے مسافر جو منزل پر پہونچ کر بھی دو دن جہاز میں پڑے رہے اب بڑی بیتابی سے امیگریشن کررہے ہیں۔ جن مسافروں کو جہاں اترنا ہوتا ہے وہاں کی پولیس دفتر میں بیٹھ کر امیگریشن کا کام مکمل کرتی ہے۔ لوگوں نے اترنے میں بھی بڑی دقت اٹھائی۔ لانچیں کئی کئی فٹ اچھلتی اور نیچی ہوتی رہیں۔ سامان سنبھالنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔ ایک بکس تو پانی میں گرا جسے پولیس نے لانچ کے ذریعہ اٹھوالیا۔ جہاز میں عرب دبئ سے کافی تعداد میں سوار ہوگئے ہیں۔ یہاں راشد بن سعید کی حکومت ہے۔ بڑی بڑی مساجد بھی نظر آتی ہیں۔

**دبئ کا منظر:** دبئ کے ایک عرب نے بتایا کہ درمیان کے میناروں والی مسجد میں ایک پاکستانی غلام مصطفیٰ صاحب اردو میں تقریر کرتے ہیں' چار ہزار تک لوگ جمعہ میں جمع ہوتے ہیں۔ تقریر کے بعد عربی میں خطبہ پڑھتا ہے' دبئ جو ہمارے جنوب میں ہے اس سے مشرق کی طرف ایک دو میل دور دوبئ کا ہوائی اڈہ شارجہ نامی شہر میں ہے۔ رات کو اس کی چمک دمک عجیب لگتی ہے' یہاں عربوں کی زبان عوامی ہے' بہت غور سے سننے سے کچھ نہ کچھ سمجھ میں آجاتی ہے مگر زیادہ نہیں ___ ایک عرب نے عربی میں ہماری بات چیت سن کر بڑے تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ تم قرآن کریم اور کتابوں والی باتیں کرتے ہو ___ بعض عربوں کی نماز کے انوکھے طریقے دیکھے' ارسال (ہاتھ باندھے بغیر کھلے چھوڑ دینا) کئے بے خبر کھڑے ہیں کچھ فاتحہ کے بعد کھڑے ہوئے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوتے ہیں اور ربنا اتنا فی الدنیا حسنة (الاٰیة) پڑھ کر ہاتھ چہرے پر پھیر لیتے ہیں' پھر ہاتھوں سے اشارہ کرکے (جسے رفع یدین سمجھتے ہیں) رکوع میں جاتے ہیں۔ تعدیل ارکان کا تو خیر نام ونشان نہیں۔

دبئی سے روانگی اور سمندر کی طغیانی: جہاز خدا خدا کر کے دو بجے روانہ ہوا' عربوں نے جہاز کی راہداریوں اور گلیوں میں دکانیں لگا دی ہیں اور جہاز چلتا پھرتا اور تیرتا ہوا بازار لگ رہا ہے جس میں غیر ملکی کپڑا اور سامان کا انبار لگا ہوا ہے۔ پاکستانی کرنسی یہاں آدھی قیمت پر چلتی ہے۔ میں نے دو چینی فنجان مقامی آٹھ آنے کے عوض پاکستانی ایک روپیہ پر خرید لئے' جہاز اب بھی ہچکولے کھا رہا ہے' اور ساعۃً فساعۃً حرکت میں تیزی آ رہی ہے۔ شام تک حرکت بہت تیز ہوئی' موجیں جہاز سے ٹکرا رہی ہیں' عملہ نے جہاز کی گول کھڑکیاں مضبوطی سے بند کر دیں اکثر لوگوں کو قے کی شکایت شروع ہوئی مجھے بھی کافی شکایت رہی مگر قے کی نوبت نہ آئی۔ سعید صاحب کو قے ہوا' مولانا زین العابدین پر اثر نہیں ہوا۔ مجھ سے اور سعید سے عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی جا سکی' نہ چائے پینے کی ہمت ہوئی نہ کھانا کھا سکے' بیٹھنے کی طاقت بھی نہ ہو سکی۔ صبح تک لیٹا رہا' سمندر کی طغیانی رات بھر جاری رہی۔ عرشے والوں کو موجوں کے تھپیڑوں اور بھیگی ہوا کی وجہ سے سخت تکلیف کا سامنا ہوا ان کا سامان اور بستر ے پانی میں لت پت ہو گئے۔

۳۰ رجنوری ۱۴ ررمضان المبارک۔ بروز جمعرات :

صبح سے آبادی کے نشان نظر آ رہے ہیں' پہاڑیاں اور جہازوں کو خبردار کرنے والی بتیاں پانی کے اندر دکھائی دیتی ہیں

دوحہ قطر میں: سامنے سمندر کے کنارے دوحہ شہر کی آبادی ہے اب جہاز مڑ کر قطر کے ساحل پر لنگر انداز ہوگا۔ لیجئے جہاز لنگر انداز ہوا جو شمالاً جنوباً کھڑا ہے' سامنے شمال میں قطر کا ساحل ہے' یہاں تیل نکلتا ہے جو یہاں کی بڑی دولت ہے' بڑی بڑی ٹنکیاں اور تیل کے ذخیرے نظر آ رہے ہیں' شہر کی آبادی ساحل سے بہت دور لگتی ہے۔ جوامّ سعید یا قطر کی آبادی ہے یہاں کے شیخ (حکمران) شیخ احمد ہیں' سنا ہے کہ کئی کئی بڑی گیراجوں میں اس کی کیڈلک کاروں کے پول ہیں یہاں بھی کافی پاکستانی اور عرب اتر گئے اور کچھ سوار بھی ہوئے' سامان کے اتارنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ دبئی کی طرح یہاں بھی زیادہ تر ہندوستانی کیلوں کی پیٹیاں اتاری گئیں۔ شام کے سات بجے جہاز نے لنگر اٹھایا اور جانب بحرین روانہ ہوا۔ جو اس جہاز میں ہماری آخری منزل ہے جبکہ جہاز کویت سے ہوتے ہوئے بصرہ میں آخری پڑاؤ کرے گا۔ یہاں کا ٹائم پاکستان سے ایک گھنٹہ پیچھے ہے۔ عصر کے بعد یہ ڈائری لکھتے ہوئے ایک مسقطی جو بحرین میں حمالی کرتا ہے' مجھ سے اپنے مخصوص لہجہ میں باتیں کر رہا ہے' اور مجھے بعض الفاظ سمجھا رہا ہے کہ رومال۔ غطرہ۔ برنوس۔ کمبل۔ شلوار۔ سلواد۔ بستر بند۔ شنطہ۔ سوئیٹر فانیۃ الصوف۔ شیروانی' کوت۔ برش بروش' اٹیچی شنطۃ الید۔ لیمپ۔ کہرباء لائٹ۔ چپل' زنوبہ۔ شویہ شویہ۔ قلیل قلیل۔

۳۱ رجنوری ۱۵ ررمضان المبارک۔ بروز جمعہ:

بحرین میں: پاکستانی ٹائم ساڑھے چھ بجے صبح جہاز ڈھکا سے لگا۔ قلی کو ۵ رروپے سامان کے دیئے' ٹکٹ چیک' اور سرکاری بس میں کسٹم ہاؤس گئے' سرسری چیکنگ ہوئی' شاندار ٹیکسی کار میں محمد علی مالاباری کی دوکان پر گئے جو منا

میں فندق رحیمیہ میں لے گئے۔ڈبل بیڈ کمرہ نمبر ۲۸' چالیس روپے میں لیا' غسل وضو کیا۔کئی پاکستانی دوست یہاں ٹھہرے ہیں۔ جمعہ پڑھنے مسجد گئے' عربی ٹائم ایک بجہ خطیب نے بڑے وقار اور جلالی انداز میں خطبہ دیا جو ایک لکھی ہوئی تقریر تھی اور فضائل رمضان کا ذکر تھا نماز میں سورۃ الم نشرح اور انا انزلنا فی لیلۃ القدر پڑھنے پر اکتفا کیا۔

غیر حنفی نمازوں کا پہلا مشاہدہ:

پہلی بار آمین بالجہر دیکھنے میں آیا اس کے بعد مقتدی جلدی جلدی فاتحہ پڑھ لیتے تھے۔بڑے بڑے جبے رومال اور عقال بارعب اور شاندار لباس پہنے امام وجیہ اور نوجوان ___ نماز کے بعد آس پاس والے ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں۔پاکستانی دوست بس آ ئرن پر فندق رحیمیہ چھوڑنے لائے' قدرے آرام کیا ریڈیو سے عربی گانے چل رہے تھے۔اکثر بازار بوجہ جمعہ بند تھے' فندق رحیمیہ کے سامنے کھلا نیلا سمندر ___ شاندار منظر ___ دائیں طرف سامنے بلدیہ کی شاندار عمارت ہمارے مولانا حامد میاں لاہور بھی اس ہوٹل میں ٹھہرے ہیں ہم نے بحرین کے حاجی منیر خان کو تلاش کیا' حسن حبیب محمود کی دکان اکبر گادا کے مکان سے ملحقہ مسجد میں عصر کی نماز پڑھی' فاتحہ خلف الامام' رفع الیدین' بین السجدۃ اور قبل الرکوع کا پہلا مشاہدہ کیا بعد الصلوۃ ہم نے بھی امام سے مصافحہ کیا' حاجی منیر خان کے ساتھ بازار گئے۔۲۷روپے میں سٹوپ خریدا' افطار سے قبل جناب مصطفیٰ مالاباری ہوٹل آئے اور اپنے مکان افطار کے لئے لے گئے' نہایت پر تکلف افطار اور عشائیہ تھا' مالاباری سموسے وغیرہ موجود تھے۔ریڈیو سے انگلش خبریں چل رہی تھیں' ایوب خان وغیرہ کی تعریف بھی خبروں میں ہوئی' واپس آ کر عشاء کی نماز ہوٹل میں پڑھی' پاس ہی دوسرا ہوٹل شط العرب تھا جس میں چائے پینے گئے۔

ٹیلی ویژن ایک عجوبہ لگا:

مولانا حامد میاں نے آ کر کہا کہ آیئے ایک عجوبہ دکھادوں' ایک بند ڈبے میں پوری دنیا نظر آ رہی ہے ان کی مراد وہاں چلنے والے ٹیلی ویژن سے تھا جو ہم نے بھی مولانا حامد میاں کی معیت میں پہلی دفعہ دیکھا۔اور بڑا عجیب لگا' عربی گانے وغیرہ نشر ہو رہے تھے' واپس آئے کمرہ میں کولر لگا تھا' آرام سے سو گئے۔

یکم رفروری ۱۶ررمضان المبارک۔بروز ہفتہ :

سحری کے لئے عرب نے اٹھایا' پونے پانچ بجے مطعم رحیمیہ میں سحری کھائی پھر فندق شط العرب میں چائے پی۔نماز سعید صاحب نے ہوٹل میں پڑھائی سامان پیک کیا۔الخبر جانے کے لئے لانچ کے معلومات کرنے شاطئ البحر (ساحل سمندر) گئے' ہوٹل آ کر سامان اٹھایا ایک شاندار کار میں ساحل بحرین تین روپے میں آئے۔امیگریشن کی لائن لگی تھی۔پاسپورٹ جمع کرائے۔

سمندری لانچ میں الخبر تک: تیسری لانچ میں ہمیں جگہ ملی۔سوا ایک بجے الخبر جانے کے لئے لانچ میں سوار

ہوئے' پاسپورٹ لانچ میں واپس کیئے گئے۔ سمندر بالکل پرسکون تھا۔ کرایہ معہ سامان سات روپے ہے۔ جگہ جگہ ساحل کے نشانات نظر آتے رہے' دور دور آبادی اور نخلستان دکھائی دیئے۔ تین بجے لانچ میں یہ ڈائری لکھ رہا ہوں جبکہ سعید صاحب' میرے کندھے پر سر رکھ کر سو رہا ہے' نجد کا ساحل ساتھ ساتھ ہے' مولانا حامد میاں دوسرے لانچ میں تھے' لانچ پھنس گئی' ہم نے اپنی لانچ کو ان کی طرف موڑنا چاہا' مگر ہمارے لانچ میں بیٹھے عربوں نے شور مچایا اور ملاحوں کو مدد کے لئے جانے نہیں دیا سارے راستہ میں نجدیوں کا شور شرابہ جاری رہا۔ کبھی رجز یہ کلام کبھی ترنم میں گاتے جاتے ہم سوا پانچ الخبر کے ساحل پر پہونچے۔ تختوں کے کمزور سے پل سے خشکی پر آئے' پاسپورٹ اور ہیلتھ سرٹیفکیٹ حکام نے لے لیا' ایک ایک ریال فی نفر سرکاری بسوں میں کسٹم آفس گئے۔ سرسری سی برائے نام سامان کی چیکنگ ہوئی۔ ایک نے پوچھا **ما فی هذا؟ کتب قلت لا مصاحف** . رح . رح (یہ بنڈل کتابوں کا ہے؟ میں نے کہا نہیں' قرآن مجید ہیں۔ کہا جایئے جایئے) دیگر کتابوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوتی تھی۔

کسٹم سے باہر قاری سعید الرحمٰن اور مولانا زین العابدین کو معہ سامان چھوڑا' میں ایک پاکستانی مسافر کے ساتھ ان کی موٹر میں شہر آیا۔ وہاں سے ایک پاکستانی نے ٹیکسی میں جناب فدا محمد خان کے گھر پہونچایا۔ افطار قریب تھا' وہ ساتھ ہو کر موٹر میں کسٹم آفس سے باہر جج کیمپ آئے اور دونوں رفقاء کو ساتھ لے کر ان کے گھر آئے۔ یہ اکوڑہ خٹک کے حاجی عبدالغفور زرگر کے دوست تھے' ان کے تحائف انہیں دیئے۔ بڑی خاطر مدارات کی۔ پہلی دفعہ عربوں کی مسجد میں ان کے ساتھ تراویح پڑھنے کا موقع ملا۔ مختلف جماعتیں ہو رہی تھیں' جوتوں سمیت صف کے چٹائیوں تک جاتے تو عموماً ننگے سر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ رات آرام سے گزاری صبح غلس میں نماز پڑھی جا چکی تھی' لکھا تھا **صل ثم هنا قفل المسجد** (نماز پڑھ کر مسجد کو تالا لگالو) لٹکا ہوا تالا مسجد کو لگایا بعد از تراویح بازار کا مختصر چکر لگایا۔ شاندار دکانیں اور کاریں' اشیاء زینت وتعیش کی بھرمار تھی۔

۲رفروری ۱۷رمضان المبارک۔ بروز پیر :

الخبر میں: دن کو صبح دفتر اجازات جانا ہوا۔ دفتر کا عملہ انتہائی خوش اخلاق تھا' ادارہ کے سربراہ مدیریہ کے رئیس نے چپل اٹھا کر وضو کرنے والے کے سامنے رکھ دیئے۔ کرسیاں منگوا کر لوگوں کو بٹھایا۔ ہمارے پاس سعودی سفیر کا دیا ہوا شہادۃ الاعفاء دیکھ کر مزید خوشی ظاہر کی اور اس کی نقل دینے پر اصرار کرتے ہوئے کہا کہ تذکاراً و فخراً ___ ایک نشانی اور یادگار کے طور پر یہ رکھنا چاہتا ہوں۔

ایک سوڈانی رفیق سفر کی خوش مذاقی جاری رہی' کلام فصحاء اور کلام عوام میں دلچسپی لیتے رہے۔ **هيئة الامر بالمعروف** کے شیوخ اوقات نماز میں بازاروں کا گشت کرتے ہیں۔ الصلوۃ الصلاۃ کہہ کر نماز کے لئے بلا رہے تھے۔ مطار ظہران کے ساتھ ساتھ چلتے رہے' ایک جگہ ڈرائیور قحطانی یمنی تھا ہم اسے حضورؐ کا اہل یمن کے بارے میں

ارشادات ــــــ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ سناتے رہے۔ ۴ ربجے کے بعد بس کی ریزرویشن ریاض کے لئے کرلی تھی‘ دس روپے فی ٹکٹ کے حساب سے ظہر کی نماز کے بعد تبلیغی حضرات کا احادیث اور سیرت پر بیان ہوا‘ ہمارے قاری سعید صاحب نے تلاوت کی۔ ہوٹل سے تھرماس میں چائے بھرلی ہوٹل کے لان میں کویت سے ٹیلی ویژن چل رہا تھا۔ نماز کے وقت بند کردیا گیا۔ برقعہ پوش خواتین جب بھیک مانگتیں تو لوگ جواب میں علی اللہ کہتے۔ صلوۃ وقیام کی اہمیت اپنی جگہ مگر کئی جگہ اسے بطور حربہ بھی استعمال کیا جانے لگا ہے۔ آرامکو کمپنی میں آگ لگی بعض مزدور اوقات نماز نہ ہونے کے باوجود کہہ دیتے کہ کنت مشغولاً فی الصلوۃ اب غیر مسلموں کا کیا علم کہ کون سی اوقات نماز کے ہیں۔ والد صاحب وغیرہ کے نام خطوط فدا محمد خان کے حوالہ کئے کہ وہ اسے ڈاک کے سپرد کردیں۔

الخبر سے ریاض: رات آٹھ بجے بس کے اڈہ آئے فدا محمد خان صاحب نے رخصت کیا۔ شام کو ظہران ائرپورٹ کے قریب بس سٹینڈ سے روانگی ہوئی۔ الحمد للہ بس میں اگلی سیٹیں ملیں۔ عربی موسیقی چل رہی تھی‘ رات میں آگ نکلتے ہوئے جلتے ہوئے تیل کے کنویں جگہ جگہ نظر آتے رہے۔ امریکی آرامکو کمپنی کی بادشاہت ہے۔ ہر طرف ریت ہی ریت۔ نجد کی ساری زمین ریتلی ڈرائیور کو اس کا ساتھی وقفے وقفے سگریٹ پکڑاتا جاتا ہے‘ عربی موسیقی سے انہیں بے حد شغف ہے۔ (سکت لاستماعی) کی آوازیں آتی رہیں۔ یہ قدیم حدی خوانی کی نئی صورت ہے۔

ع حدی را تیز ترمی خواں چوں ذوق نغمہ کمیابی والا معاملہ ہے‘ کبھی رجز کے انداز میں عربوں کی تالیاں اور سرہلانا جاری رہا۔ راستہ میں رات ۲ بجے ایک جگہ چیک پوسٹ پر چیکنگ ہوئی ہم نے شہادۃ الاعفاء دکھایا‘ یہاں خریصہ نامی ایک مقام پر قدرے آرام کیا۔ ٹین کی چادروں سے ڈھکے ہوئے ہوٹل میں چائے پی اور انڈے کھائے‘ جس کا بل سوا پانچ ریال بنا۔ اب تو اس صحرا میں ہر چیز بند ڈبوں میں مل جاتی ہے

نجد اور عشاق نجد: جب کچھ بھی نہ ہوتا تب بھی عشاق نجد یہاں کے ہواؤں اور خاص خوشبو سے سرمست ہوجاتے اور کہا کرتے کہ ع سلام علی نجد ومن حل باالنجد اور ایک دل جلے نے نجد کو چھوڑتے وقت بڑی حسرت سے کہا کہ ؎ تمتّع من شمیم عرار نجد فما بعد العشیۃ من عرار

مجنوں بنی عامر کا تعلق بھی انہی دیار سے تھا اور کہا کرتا تھا کہ

لاتقل دار ھا بشر قی نجد کل نجد للعامریۃ دار

مسیلمہ کذاب کی سرکوبی: میرے تصور میں صحابہ کرام کی تگ ودو اور مسیلمۃ کذاب کی سرکوبی کے لئے جنگ یمامۃ کی قربانیاں اور سرفروشیاں چل رہی تھیں‘ نجد کی رات چاندنی رات تھی۔ سڑک پر جگہ جگہ ریت کے تودوں سے بس کو دھچکے لگتے کہ ایک دفعہ تو بس الٹتے الٹتے رہ گئی۔ صبح چار بجے ریاض نظر آیا۔ سعودی عرب کا دارالخلافہ شاہی خاندان کا شہر ہر طرف چمک دمک گویا کہ ایک بقعۂ نور۔ ۴ بجے بس سے اترے وہاں ہی فٹ پاتھ پر بستر جمائے اور سوگئے۔ صبح

دھوپ کی تمازت سے آنکھ کھلی، نماز قضاء ہو چکی تھی ____ من نام عن صلوۃ اونسیھا فلیصلھا اذا ذکرھا پر عمل ہوا، مدینہ کے لئے بس کی تلاش شروع کی، اڈے پر رکابِ مکہ مکہ ، طائف طائف کی آوازیں لگ رہی تھیں۔ مکہ اوتو بیس کا کرایہ ۲۵ ریال تھا، مدینہ کے لئے ۱۵ ریال کرایہ پر۔ ٹرک میں سامان رکھا مگر پھر اُنیت (چھوٹی سی پک اَپ) میں ۱۵ ریال پر بات طے ہوگئی۔ سامان اس میں منتقل کیا۔ اڈہ کے قریب مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی۔

**متنبی کذاب مسیلمہ سے جنگ :**

ریاض۔ یمامہ میں ہے سنا ہے کہ یہاں سے پچاس کلومیٹر پر متنبی دجال مسیلمہ کذاب کیساتھ کیئے گئے جہاد کا مقام ہے یہاں ۱۱ھ یا ۱۲ ہجری میں حضرت خالد بن ولید وغیرہ جلیل القدر صحابہ کرام لڑے، اور صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی۔ اس جنگ میں خالد بن ولید کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ، حضرت زید ابو حذیفہؓ، سالم مولیٰ حذیفہ ثابت بن قیس، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جیسے ممتاز صحابہ شریک تھے۔ مسیلمہ کذاب حضرت وحشی کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہونچے۔ انہوں نے احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے بعد یہ ٹھانی تھی کہ اس کا کفارہ بھی کفر کے ایک سرغنہ کے قتل کی شکل میں ادا کروں گا۔ حضرت وحشی نے اسی نیزہ سے اُسے مارا جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، نیزا پار نکل گیا اور ابو دجانہؓ نے آگے بڑھ کر تلوار سے اسکا کام تمام کیا۔ اس کی عورت محل کے برج پر چڑھ کر چیخنے لگی کہ امیر کو ایک غلام نے قتل کر دیا۔ ابن کثیر کے بقول اس معرکہ میں بیس یا اکیس ہزار کافر مارے گئے۔ اور مسلمانوں میں سے پانچ چھ سو صحابہ شہید ہوئے جس میں بڑی تعداد اجلّہ صحابہ حفاظ وقراء کی شامل تھی۔ بنو حنیفہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والے وفود نے ابو بکر صدیق کی خواہش پر اس کے کلام کو سنایا جسے وہ وحی کہتا تھا تو وہ ایسے ہی ہزلیات پر مشتمل تھا جس کا نمونہ ہمارے پنجابی متنبی کذاب مرزا غلام احمد معلون کے من گھڑت وحی میں ملتے ہیں مثلاً (میں ولد میں) وعلی ھذا

**مفتی اعظم شیخ محمد ابراہیم سے ملاقات:** یہاں ہم نے ڈیڑھ ریال پر ٹیکسی کی اور سعودی عرب کے مفتی اعظم اور شیخ اکبر شیخ محمد ابراہیم کی مسجد گئے کہ ان سے ملاقات بھی ہو جائے اور عصر کی نماز بھی پڑھ لیں عربی ٹائم کے دس بجے عصر کی نماز ہوئی۔ مسجد ایک وسیع دالان اور وسیع صحن پر مشتمل تھا، غالباً بارہ صف تھے، اردگرد قدیم ریاض کی کچی عمارتیں شارع امام احمد بن حنبل کی مغرب اور مسجد کی مشرق میں مسجد سے متصل شیخ کا عظیم وسیع اور شاندار مکان تھا۔ مسجد پرانی حالت میں تھی۔ صحن میں ریت اور بجری بچھائی گئی تھی اس پر چٹائیاں پڑی تھیں، شیخ نے نماز پڑھائی جس میں سکون خشوع اور تعدیل ارکان کی کمی محسوس ہوئی۔

**مسجد کی زبوں حالی:** وضو خانہ اور غسل خانہ نہیں تھا ایک نل سے چھوٹا سا سبیل بھر جاتا ہے۔ اس کے گرد نجدی بیٹھ کر وضو، استنجا بھی کر لیتے ایک دوسرے کے قریب ____ ستر عورت کا اہتمام نہیں اسی جگہ پیشاب وضو اور استنجا بڑی حیرانگی اور کدورت محسوس ہوئی بعض نے جوتوں اور بوٹوں پر مسح کیا۔ نماز سے قبل مسجد میں بڑے بوڑھے اور بچے تلاوت

میں مشغول تھے۔ دو معصوم بچے علی اور عبید ہمیں لباس سے پردیسی سمجھ کر ہنس رہے تھے اور بچوں کو بلا کر ہماری طرف اشارے کرتے رہے کہ شاید یہ کوئی اور مخلوق ہے۔ نمازی صف تک آ کر جوتے اتار لیتے اور نماز پڑھنے لگ جاتے' ایک چھوٹا بچہ پہلی صف میں تلاوت کر رہا تھا مسجد آتے ہوئے ہمارے سوڈانی سیاہ فام ڈرائیور کو شرارت سوجھی کہ مسجد معلوم ہونے کے باوجود ہمیں ادھر اُدھر پھراتا رہا۔ ہم نے شکوہ کے طور پر کہا کہ کلفتمونا (تم نے ہمیں تکلیف میں ڈالا) تو وہ ہنسا اور کہا لا بل فوجتکم (میں نے تو آپ کو سیر کرا کر راحت پہونچائی)

**۰۴رفروری ۱۹رمضان المبارک۔ بروز بدھ :**

**عفیف میں جیپ کی خرابی:** رات بھر سفر جاری رہا' پہلے پانی کے سمندر میں تھے' اب ریت کا سمندر ہے۔ نیم خوابی اور شوریدگی کی وجہ سے ایسا محسوس کیا کہ ہماری جیپ سمندر میں تیرتی ہوئی جا رہی ہے' یہ احساس اتنا غالب ہوا کہ اپنے ساتھی قاری سعید کو جگا کر یہ صورتحال بتلا دی وہ بھی یقین کر بیٹھے اور استغفراللہ اور انا للہ پڑھتے رہے۔ بعد میں خود اس احساس پر ہنستے رہے۔ لیکن ریت میں بنائے گئے کچے راستے ہواؤں سے مٹ جانے کی وجہ سے کئی جگہ دسیوں میل چلنے کے بعد کسی سے معلوم ہو جاتا کہ گاڑی اصل راستہ کھو بیٹھی ہے اور اسے دوبارہ واپس چل کر صحیح سمت پر ڈال دیا جاتا۔ سوا گیارہ بجے عفیف پہونچے۔ سوا بارہ بجے رات جیپ خراب ہوگئی اور رات بھر کھڑی رہی۔ چار بجے لوگوں نے سحری کی مگر ہم تینوں رفقاء نے بوجہ شدید سردی اور تاریکی کے سحری نہ کی۔ میری طبیعت شام سے خراب ہوگئی تھی۔ بخار ہوا' متلی کی کیفیت رہی اور طبیعت کی بے چینی بے حد محسوس ہو رہی تھی۔ ساتھیوں نے اتر کر سٹو جلایا اور کھانے پینے کا سامان کیا۔ عرب رفقاء نے کھجور بھی نکال کر دیئے مگر بوجہ علالت میں نے صرف ایک کھجور اور مالٹے کا ایک ٹکڑا لیا۔ نماز بڑی مشکل سے پڑھی۔ سنتیں پڑھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ سیب ریاض سے خریدے تھے مگر نہ کھائے جا سکے۔

**۰۵رفروری ۲۰رمضان المبارک۔ بروز جمعرات:**

صبح نو بجے یہ چھوٹی سی پک اپ چھوڑ کر ایک ٹرک میں بیٹھے۔ عرب بدو اور چرواہوں کا ہجوم ہے۔ ٹرک لد گیا ہے کہتے ہیں کہ یہاں سے مغرب میں مدینہ منورہ ساٹھ کلومیٹر ہے۔ پونے ایک بجے الصویدر نامی بستی پہونچے سڑک کے دونوں طرف کچی دکانیں ہیں۔ پہاڑوں کے دامن میں کھجوروں کے درخت ہیں۔ بکری' بھیڑ اونٹ نظر آ رہے ہیں۔ مدینہ طیبہ اب قریب ہے۔ جذبات وصل بے قابو ہوتے جا رہے ہیں ____ ۲ بج کر دس منٹ پر بیر کعکی پہونچے اس پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے کہ حفرها الحسن الشيخ . صدقة كعكى ۱۳۷۳ھ۔

**دو دن بعد وضو:** یہاں نماز ظہر ادا کی' کنویں پر تیل کا واٹر پمپ نصب تھا۔ پانی جاری تھا جو تازہ گرم تھا۔ کھیتی باڑی بھی ہو رہی تھی۔ پانی سے وضو کیا جو دو دن بعد نصیب ہوا تھا ایک عرب بدو نے ظہر کی امامت کی۔ ایک دکان بھی تھی جس میں بند ڈبوں میں کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں' ارد گرد چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں۔

**منزلِ حبیبؐ:** اب یہاں سے چل پڑے اور سوا تین بجے بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہ ولطفہٖ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ منورہ کا جلوہ دیکھنے ہم نے فرط شوق سے بیر کعکی سے یہاں تک سفر ٹرک میں کھڑا ہو کر طے کیا اور سفر کے ساتھ ساتھ ہماری دلوں کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ شاعر نے بہت پہلے اس کیفیت کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے۔

و ابرح مایکون الشوق یوماً　　　اذا دنت الخیام من الخیام

ٹرک والا پاسپورٹ جمع کرانے ایک دفتر لے گیا۔ مگر وہاں کا ملازم سویا ہوا تھا۔ جگایا تو کہا کہ ۔ بکرۃ یعنی کل لے کر آجاؤ۔ وہاں سے ایک گدھا گاڑی سے ڈیڑھ ریال میں سامان لدوا کر حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی کے مکان پر آئے' جو باب مجیدی میں تھا۔ گھنٹی بجائی تو حضرت مولانا کے بھتیجے برادر عزیز مولانا لطف اللہ صاحب باہر آئے۔

**حرم نبویؐ میں:** سلام و دعا کے بعد سامان رکھوایا' ہم نے جلدی جلدی غسل کیا' نئے کپڑے بدلے اور خواجہ یثربؐ کی خدمت میں پیشی اور حاضری کے لئے مسجد نبوی علی صاحبھا الف الف تحیۃ چل پڑے۔ سلطان عبدالمجید خان ترکی سے منسوب باب مجیدی سے ہوتے ہوئے باب عمر بن الخطاب سے داخل ہوئے' سعودی ٹائم کے دس بجے تھے' او رعصر کی تکبیر بلند ہو رہی تھی۔ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ. اللھم افتح لنا ابواب رحمتک کہتے ہوئے حرم نبوی میں داخل ہوئے' دروازہ کے قریب صفوں میں جگہ ملی۔ نماز سے فراغت کے بعد اٹھا ہی تھا کہ سامنے سے صدیق عزیز محب مکرم برادرم مولانا عبداللہ کاکاخیل ہماری طرف بڑھتے ہوئے آرہے تھے۔ ملاقات ہوئی کہا حلفاً کہتا ہوں کہ ابھی نماز میں بھی تمہارے ہی خیال میں تھا۔ یہ اور مولانا حسن جان' مولانا عبدالرزاق سکندر تینوں اعتکاف میں تھے۔ کچھ فاصلے پر حضرت الشیخ مولانا عبدالغفور مدنی ملے وہ اپنے معتکف دکھانے لے گئے اس کے بعد برادرم عبداللہ کاکاخیل کی رہنمائی میں سیدی وسید الکائنات حضور اقدس سردار دو جہان علیہ الصلوۃ والسلام کے مواجہہ شریف میں حاضری دی۔ اللھم صلی علی محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم. سب حضرات بالخصوص والد ماجد کی طرف سے سلام پیش کیا۔ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ من والدی الشیخ عبدالحق یستشفع بک الی ربک . اس کے بعد عبداللہ نے مسجد کے قدیم وجدید اصل اور توسیع شدہ حصوں کو مخصوص نشانات کے ذریعہ متعارف کرایا۔ افطار حضرت مولانا مدظلہ کے ساتھ مسجد نبوی میں ان کے اعتکاف گاہ میں کیا اور ہم بھی باب عمر بن الخطاب کے قریب ان ساتھیوں کے معتکف میں مقیم ہوگئے۔ رات کو تراویح اور پھر باجماعت نماز تہجد میں جو لطف ہے کاش قلم اور الفاظ اس کی تعبیر کرسکے۔ امام وخطیب مسجد نبوی شیخ عبدالعزیز صالح بڑی سوز وگداز سے قرآن پڑھتے ہیں' شیخ صالح بڑے مقتدر لوگوں میں سے ہیں۔ سنا ہے کہ موجودہ شاہ یا اس کے کسی بیٹے کے خسر ہیں۔ اس کے ساتھ مدینہ اور اس کے حوالی کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس بھی ہیں)

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

# خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریاں

## تربیت اولاد کا اہتمام' صدقہ جاریہ والے اعمال اور جوابدہی کے مرحلے

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. انما اموالكم و اولادكم فتنة والله عنده اجر عظيم (الطلاق)
ترجمہ: ''تمہارے مال اولاد تو سراسر تمہارے آزمائش ہی ہے اور بہت بڑا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے''

### نگران' مسئول ہیں:

وعن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال الا كلكم راع و كلكم مسؤل عن رعيته فالامام الذى على الناس راع وهو مسؤل عن رعيته والرجل راع على اهل بيته وهو مسؤل عن رعيته والمرءة راعية على بيت زوجها وولده وهى مسؤلة عنهم وعبد الرجل راع على مال سيده وهو مسؤل عنه الا فكلكم راع و كلكم مسؤل عن رعيته. (متفق عليه)

ترجمہ: خبردار' تم سب اپنی رعیت کے نگہبان ہو اور تم سب سے رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا پس حاکم جو لوگوں کی اصلاح کے لئے مقرر کیا گیا ہے' اپنی رعیت کا محافظ ہے اس سے اپنی رعیت کے احوال کے بارہ میں (قیامت کے دن) پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اس سے اپنی رعیت یعنی اہل وعیال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہداشت پر مامور ہے تو اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگران ہے۔ تو اس سے اس مال کے بارہ میں سوال ہوگا۔ (پھر حضور نے تاکیداً فرمایا) سنو تم سب کے سب (کسی نہ کسی درجہ میں) نگران ہو تم سب سے اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

### والدین' اولاد کو نماز کی تربیت دیں:

عن سبرة بن معبد جهنیؓ قال قال رسول الله ﷺ مروا الصبتی بالصلوة اذا ابلغ سبع سنين واذا بلغ عشر سنين فاضربوه عليها

(ترجمہ) حضرت سبرہ بن جہنیؓ حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا لڑکے جب سات سال کے

ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس کو مارو۔

گزشتہ مواعظ سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ والدین کے اپنی اولاد پر بے شمار حقوق ہیں۔ حقوق کی خواہش اور پورا کرنے کا مطالبہ تو ہر والد و والدہ کا ہوتا ہے مگر اس طرف بہت کم والدین کا دھیان ہوتا ہے کہ ان جگر شوں کی علم و عمل، سیرت و کردار، دینداری اور اخلاق حسنہ جیسی صفات عالیہ کے حصول میں بچوں کے کچھ حقوق کی ادائیگی کے ذمہ دار وہ بھی ہیں۔ والدین کے انعامات واحسانات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ بچوں کو احسان کے بدلہ میں احسان کے مقولہ کے مطابق ماں باپ کی خدمات وانعامات کے اعتراف کے طور پر ان کی خدمت گزاری اور تکلیف نہ دینے کا فریضہ باحسن طریقہ ادا کرنا ہوگا۔ مگر یہاں یہ یاد رہے کہ اولاد والدین کے حقوق تب ادا کریں گے

## والدین کا غفلت پر مواخذہ:

جب والدین نے بھی بچوں کی پرورش میں نیکی، پارسائی، شرم وحیاء اور امانت و دیانت کی بہترین بنیادیں قائم کی ہوں۔ عام مشاہدہ ہے کسی ایک مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ جن لوگوں کی ذمہ اولاد کی تربیت تھی، انہوں نے غفلت و بے پرواہی کا مظاہرہ کیا وہ اولاد ڈاکو، لٹیرے، ہیروئن پینے والے اور چرسی بن کر معاشرہ کے لئے بدترین ناسور کی کیفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے اولاد سے یہ توقع کرنا کہ والدین کی حقوق کی پاسداری کریں گے یا والدین کا انکی نالائقی و نااہلی کی شکایتیں کرنے کی بجائے ان کو یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ان زیر کفالت بچوں کے جرائم میں یہ سرپرست دنیا کے قانون و رواج میں برابر کے شریک ہیں اور عنداللہ بھی انکا باقاعدہ مواخذہ ہوگا۔

## فکر آخرت کا اہتمام:

آج ہر کسی کو فکر رہتی ہے کہ میرا بچہ کسی تکلیف اور اذیت میں مبتلا نہ ہو، معمولی تکلیف کی صورت میں ماں باپ سردی و گرمی سے بے نیاز لمحہ بچوں کے آرام و سکون میں صرف کرنا اپنا فریضہ اول سمجھتے ہیں۔ جبکہ دنیاوی سکون و تکلیف کو نہ کوئی دوام ہے اور نہ اس میں حد سے زیادہ بے چینی۔ دنیا کی ہر آفت و تکلیف میں بے شمار فوائد اور راحت وسکون میں لامتناہی مصائب و گناہوں کا احتمال ہے، اس کے مقابلہ اگر اصلی راحت و تکلیف ہے، وہ مرنے کے بعد والے ادوار میں ہے، ان عذابوں اور تکلیفوں میں ذرہ برابر راحت نہیں اور نعمتوں میں بے چینی کا تصور تک نہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ کہ اولاد کے ان فانی اور جلد زائل ہونے والے دنیاوی آسائشوں اور سکون کے تو متلاشی ہیں اور رب کائنات نے قرآن میں اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کے اندوہناک آگ سے بچانے کا جو حکم دیا ہے اس سے بالکل غافل بن بیٹھے ہیں۔ جو بچہ والدین کی غفلت ولاپرواہی کا شکار ہو کر جرائم و گناہوں کی دلدل میں غرق ہوا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت بھی ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا جبکہ جہنم کی آگ ہمارے اس دنیا کی آگ سے کروڑہا درجہ دردناک اور اذیت ناک ہے۔

اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے، کہ جیسے آج کی ذکر کردہ آیت سے معلوم

ہو رہا ہے کہ بعض اولاد اپنے والدین کو طاعات اور عبادات سے روک معاصی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یہی وہ مقام آزمائش ہوتا ہے کہ والدین ایسے مواقع پر اب احکام الٰہی کو ترجیح دیتے ہیں یا اولاد کے ناجائز فرمائشوں کی تکمیل کو اہم سمجھتے ہیں۔ مال کی بھی یہی آزمائش والی کیفیت ہے کہ انسان اس کی محبت میں گرفتار ہو کر خالق کائنات کی اطاعت اور فرمانبرداری کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ مال و اولاد کے یہی دو کٹھن مراحل ہیں جن میں گرفتار ہونے کے بعد اعتدال کی راہ چھوڑ کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جاتا ہے۔ اگر بچوں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کا بندوبست کر دیا جائے تو یہی جگر کے ٹکڑے مرنے کے بعد بھی کارآمد ثابت ہو کر ان کے اعمال صالحہ والدین کے عمل ناموں میں لکھے جائیں گے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا مات ابن ادم انقطع عمله الامن ثلاث صدقة جارية' اوعلم ينفع به او ولد صالح يد عو اله (مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا ثواب۔ اسے ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔''

دنیا دار العمل ہے آخرت کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار اسی دنیا کے چند سالہ زندگی پر ہے۔ یہاں جو بویا ہے مرنے کے بعد وہی کاٹنا ہے۔ اس کے اچھے یا برے اثرات عالم برزخ ہی سے ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس عالم دنیا میں ہر نیکی عمل نامہ میں لکھی جاتی ہے۔ روح کے قبض ہونے کے ساتھ عمل نامہ بند ہو کر نیکیوں کے کرنے کا سلسلہ ختم اور جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو کر قبر صالح مومن کے لئے جنت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا اور کافر و فاسق و فاجر کے لئے جہنم کا گڑھا بن جاتا ہے۔ اب جبکہ مزید نیکی کرنے اور نیکیوں کے اکاؤنٹ میں محسوب کرنے کا موقع ختم ہوا مرنے کے بعد بھی وہ مسلمان خوش قسمت ہے جس نے زندگی میں ایسا صدقہ اور کار خیر اللہ کی رضا کے لئے کیا جس کا فیض فائدہ لوگوں کے لئے اس کے مرنے کے بعد بھی جاری ہے یا ایسا شخص جس نے علم دین حاصل کر کے زندگی میں پھیلایا جس سے لوگ نفع حاصل کر رہے ہیں اور تیسرا وہ نیک بخت جس نے اپنے پیچھے ایسی دیندار' شریعت پر کاربند اولاد چھوڑ دی ہو جو اسکے مرنے کے بعد بھی اس کے لئے دعائے خیر و مغفرت پر کاربند ہوں' ان تینوں کے اعمال حسنہ کے اجر و ثواب نیکی کرنے والے کے ساتھ ساتھ مرنے والے والدین کے عمل خانہ میں باقاعدہ جمع ہو رہے ہیں۔ یہ عظمت و فضیلت اس مرد مومن کے قسمت میں لکھی جاتی ہے۔ جس نے اپنی اولاد کی تربیت اس انداز سے کی ہو کہ وہ اس کی دنیا سے کوچ کرنے کے بعد حقیقی معنی میں صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔

ذکر کردہ حدیث "الا کلکم راع کلکم مسئول عن رعیتہ" کا نچوڑ و خلاصہ یہی ہوا کہ ایک ذمہ دار اپنے ماتحت لوگوں کی راہ راست پر لانے کا ذمہ دار ہے اسلامی معاشرہ کے قیام میں اولاد اور آئندہ نسلوں کا بڑا حصہ ہے۔ یہ

حصہ وہ تب ادا کرنے کے قابل ہوں گے جبکہ انکے سرپرستوں نے اپنی مسؤلیت اور نگہبانی کا صحیح حق ادا کر دیا۔

**مملکتِ وجود ایک امانت ہے:**

یہاں ایک نکتہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ جب ہر ذمہ دار سے اپنے ماتحتوں کے بارہ میں روز حساب پوچھا جائے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرا نہ کنبہ ہے نہ اولاد ہے نہ زیردست لوگ' تو میں مسؤلیت کے فریضہ سے فارغ ہوں' کیونکہ ہر آدمی کا یہ بدن جو ایک مختصر کارخانہ اور اللہ رب العالمین کی تخلیق کردہ عظیم شاہکار ہے گوشت' پوست اور ہڈیوں اور دیگر کئی عناصر پر مشتمل اعضاء ہیں۔ کوئی ایسا جزء بدن کا نہیں جسے بے فائدہ اور بیکار سمجھا جائے۔ ہاتھ' پاؤں' آنکھ' کان' دل ودماغ وغیرہ ہر ایک اپنے جگہ وہ ڈیوٹی اور فرض ادا کر رہا ہے کہ اگر کچھ دیر کے لئے ایک عضو بھی اپنا فنکشن معطل کر دے تو جیتے جی انسان اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھتا ہے ان کی قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ تب ہوتا ہے جب کسی عضو سے محرومی ہو جائے یا کسی اور شخص کو تکلیف دہ حالت میں آنکھ یا ٹانگ یا زبان سے محروم دیکھے۔ رب کائنات نے اس عظیم نعمت جو بدن ہے کو اسی ایک انسان کے تصرف میں بطور امانت دے کر اسے اپنی مرضی کے مطابق اپنی اطاعت میں استعمال کرنے کا حکم دیا' یہی وجہ ہے کہ کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ خودکشی کر کے اللہ کے اس احسن تقویم کو تہس نہس کر دے۔ کیونکہ یہ اللہ کی امانت ہے جسم کے تمام اجزاء اس کی رعیت یہ شخص ان کا راعی اور مسئول ہے اس سے روز محشر پوچھا جائے گا کہ تم نے پاؤں کا استعمال کیسا اور کہاں کیا۔ پاؤں کا استعمال' خانہ خدا میں حاضری' محافل ومجالس جہاں اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کا ورد ہو رہا ہو' صلحاء و اولیاء اللہ کی زیارت' اللہ کے دین کی اشاعت' اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جہاد اپنے اور اولاد کیلئے حلال کمائی کے لئے سفر وغیرہ جیسے اعمال طیبہ میں ہوا۔ یا فتنہ وفساد' بے دینی' مسلمان کی عصمت وعزت پامال کرنے' حرام مال کے حصول' رقص وسرور' فحاشی وعریانی کے مواقع میں حاضر ہونے کیلئے ٹانگوں کی قوت کا استعمال ہوا۔ دل ودماغ جو انسانی بدن کی نعمتوں میں اہم اعضاء ہیں۔ اس کا استعمال اللہ کی معرفت' نیکی کے تصورات' خوف خدا' فکر آخرت' جیسے پاک وصاف افکار میں ہوا یا شیطانی خواہشات کے حاصل کرنے عذاب الٰہی' محاسبہ آخرت سے غفلت جیسے گندے خیالات پروان چڑھانے میں ان کو ضائع کر دیا۔ یہی حال آنکھ' کان' ہاتھ ہر عضو کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ ان کو اللہ کی مرضیات پر چلانے' تبلیغ دین' کلمۃ اللہ کی سربلندی' ان اعضاء کی حفاظت کرنا ہر بندہ پر لازم ہے' ہر فرد سے اپنے ایک ایک عضو کی کارکردگی کے بارہ میں پوچھا جائیگا۔ جیسے ہر حاکم سے اپنی رعیت کے ہر فرد کے بارہ میں سوال ہوگا۔ یہی کیفیت ہر انسان کی ہوگی' اپنے بدن کے تمام اعضاء کی کارگزاری کے بارہ میں ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر سوالات کے جوابات اطمینان بخش انداز میں دینے کی صورت میں جہنم سے چھٹکارا ملے گا۔ ورنہ خسارہ ہی خسارہ۔

**قدرت کا آفاقی نظام عدل وانصاف:** دنیا کے عدل وانصاف پر مبنی عدالتوں کا انداز اور ہے اور احکم العالمین جیسی شان نرالی ہے اسکے عدل وانصاف کا نظام بھی عظیم الشان ہے' یہاں تو ایک مجرم جرم کرنے کے بعد بھی سے سفارش'

عہدہ' لالچ' رشوت اور چرب زبانی کے زور پر جرم سے بری ہوتا ہے۔ ایک ہی وکیل کے پاس اگر ظالم فیس دے کر چلا جائے وہ عدالت میں ظالم کی خلاصی کے لئے دلائل دے کر اسے بری الذمہ قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے اگر اسی وکیل کے پاس اسی کیس کا مظلوم حق وکالت دے کر اپنا معاملہ لے کر حاضر ہو جائے وہ اسے مظلوم ثابت کرنے کیلئے دلائل کے انبار لگا دیتا ہے۔ عقل و سمجھ میں نہ آنے والا رائج الوقت ایسا نظام عدل ہے کہ موت تک مظلوم و مغصوب عدالتوں کے چکر لگا کر اسے مایوسی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ کاش اگر اس نظام کی جگہ قدرت کے آفاقی نظام عدل و انصاف کا بول بالا ہوتا تو مظلوم اپنے دادرسی کیلئے در بدر ٹھوکریں کھانے کی بجائے اسکا حق وانصاف اس کے دروازہ پر اسے مل جاتا ہے۔ روز قیامت کے جوابدہی اور مسئولیت کو کوئی اس دنیا کے جابرانہ نظاموں کے طریقوں پر قیاس نہ کرے کہ سیم وزر یا طاقت و چالاکی کو استعمال کر کے اعضاء کے بارہ میں مسئولیت اور جوابدہی کے مرحلہ سے بچ جاؤنگا۔

سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے:

**اعضاء وانذم کی گواہی:**

وعن انس رضی اللہ عنہ قال کنا عند رسول الله ﷺ فضحک فقال هل تدرون مما اضحک قال قلنا الله ورسوله اعلم قال من مخاطبة العبد ربه یقول یارب الم تجرنی من الظلم قال یقول بلیٰ قال فیقول فانی الاجیز علی نفسی الاشاهد منی قال فیقول کفی بنفسک الیوم علیک شهیدا وبا الکرام الکاتبین شهودا قال فیختم علی فیه فیقال لارکانه انطقی قال فتنطق باعماله ثم یخلی بینه' وبین الکلام قال فیقول بعد الکن وسحقافعنکن کنت اناضل (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ہنسنے لگے اور پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنس رہا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں (روز قیامت) بندہ اور مالک الملک کے درمیان بالمشافہ مکالمہ (کا تصور کر کے) ہنس رہا ہوں (قیامت کے دن) بندہ کہے گا' اے رب تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی ہے۔ (اشارہ ان اللہ لایظلم مثقال ذرہ کی طرف غالباہے) حضور ﷺ نے فرمایا رب کائنات فرمائیں گے کہ ہاں (میں نے یقیناً بندوں پر ظلم نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے) بندہ عرض کرے گا اگر آپ نے واقعی مجھ کو ظلم سے پناہ دی ہے' تو میں اپنے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں گواہی دینے والا مجھ ہی سے ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ رب العالمین بندے کی یہ بات سن کر فرمائے گا (ٹھیک ہے) آج کے دن تیرے بارے میں خود تیری ذات ہی کی گواہی ہوگی' پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ (جس سے اس کی قوت گویائی وقتی طور پر معطل ہو جائے گی) جس کے بعد اس کے جسم کے تمام اعضاء کو حکم دیا جائے گا۔ گویا ہو جاؤ۔ اس کے جسم کے اعضا اس کے اعمال کو بیان کرنا شروع

کردیں گے جوان اعضا کے ذریعہ کئے تھے' پھر اس بندہ اور اس کی قوت بیان کے درمیان حائل رکاوٹ ختم کردی جائے گی' بولنا شروع کردے گا (انسان اپنے اس معاملہ کو دیکھ کر اپنے جسم کے اعضاء کو کہے گا) دور ہٹو تم ہلاک ہو جاؤ میں تو تمہارے (عذاب جہنم) سے نجات کے لئے لڑ رہا تھا۔

## ہر شخص جواب دہی کے مرحلہ سے گزرے گا:

یہ وہ خطرناک مقام ہے کہ اسی بندے کی خواہش ومنشاء کے مطابق گواہ گواہی کے لئے پیش ہوں وہ گواہ اس کے خلاف گواہی دے کر اسے مزید ذلت وخواری سے دوچار کردیں گے' جب اپنے قریبی اور گھر ہی کے افراد اپنے مجازی مالک وسرپرست اور راعی کے خلاف شھادۃ دیں' تو اس وقت اس کی پریشانی کی انتہا نہیں ہوتی ہے پھر ایسے فرد پر ہذیانی کیفیت طاری ہو کر نہ صرف خود کو بلکہ اپنے قریبی گواہوں کو بھی برا بھلا کہنا شروع کردیتا ہے۔ یہی صورتحال ہر اس شخص کی ہوگی جیسے رب کائنات نے اس کے جسم کے تمام اعضاء کا نگران نگہبان اور راعی بنایا اور اس نے اس امانت میں خیانت کرتے ہوا نہیں ایسے امور میں مصروف رکھا جو مالک حقیقی کے غیض وغضب کو دعوت دینے کے مترادف تھے۔ معلوم ہوا اس فانی دنیا میں کوئی انسان بھی اپنے آپ کو حق نگہبانی اور عالم آخرت میں مسئولیت سے بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتا۔ ہر آدمی کو کسی نہ کسی حیثیت اور درجہ میں روز قیامت جواب دہی کے مرحلہ سے گزرنا پڑے گا۔

محترم حاضرین! بات ہو رہی تھی اولاد کی حقوق کی اس آزادی اور دین سے دوری کے زمانہ میں کئی والدین دینا کی رنگینیوں میں ڈوب کر اولاد کی طرف سے غافل ہوگئے۔ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اکثر اچھے گھرانوں کی اولاد بنیادی اسلامی تعلیم عقائد وعبادات کے طریقوں سے بھی نابلد ہوتے ہیں۔ بیشتر خاندانوں کے بچے قرآن ناظرہ پڑھنے سے بے علم ہوتے ہیں اگر ان سے بے دینی پر مشتمل گانوں' فلموں' کھیلوں اور رسومات کے بارہ میں پوچھا جائے کم سنی کے باوجود ان کا قوت حافظہ ان خرافات سے بھرا پڑا رہتا ہے۔ ان تمام بے ہودہ اعمال میں والدین کے اپنے کردار کا بڑا عمل دخل رہتا ہے۔ جیسے کہ پہلے بھی عرض کرچکا ہوں باپ کے ساتھ اس ابتدائی تربیت کے مرحلہ میں والدہ کے کردار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

**بچے کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ سکھاؤ:** جب بچہ عقل وشعور کے ابتدائی مراحل میں داخل ہو اور بولنے کی کوشش شروع کرے تو اسکے زبان سے لایعنی الفاظ نکلنے اور ان پر خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے والدین کوشش کریں کہ اس کے منہ سے پہلے نکلنے اور سیکھنے والے الفاظ ''اللہ اللہ'' ہوں۔ والدین بالخصوص والدہ خود بچے کے سامنے اللہ کے نام کا ورد کیا کریں۔ بچوں کی فطرت میں نقالی کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ وہ والدین کو جس کیفیت میں دیکھتے اور سنتے ہیں وہی بچہ بھی اپناتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ افتحوا علی صبیانکم کلمۃ لاالہ الا اللہ ترجمہ: ''عبداللہ بن عباس حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں کو سب سے پہلے لاالہ الا اللہ کا کلمہ سکھلاؤ۔''

مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

# شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کا شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کیساتھ عقیدت و تعلق خاطر مکاتیب کے آئینہ میں

## (مولانا انظر شاہ کشمیری بنام مولانا سمیع الحق)

قضائے الٰہی بلا امتیاز ادنیٰ آدمی سے لے کر پیغمبر تک سب کے دروازے پر دستک دیتی ہے۔ ہر کسی کو فنا کے پردے میں جانا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الموت الذی تفرون منه فانه ملقیکم
''جس موت سے تم راہ فرار اختیار کرتے ہو وہ تمہیں ضرور پالے گی''

فلک جام وجہاں ساقی اجل مے　　خلائق بادہ نوش مجلس وے
خلاصی نیست اصلا ہیچ کس را　　ازیں جام وازیں ساقی ازیں مے

بعض لوگوں کی رحلت ان کے اہل خانہ کے لئے نقصان کا باعث ہوتی ہے اور بعض کا گاؤں' شہر اور علاقہ کے لوگوں کے لئے جب کہ بعض کی موت سے پوری کائنات کو نقصان ہوتا ہے۔ موت العالِم موت العالَم۔ زمانہ جتنی تیزی سے قیامت کی طرف بڑھ رہا ہے اتنی ہی تیزی سے بڑے بڑے جبال علم وعمل رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ دار العلوم دیوبند (وقف) کے شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ کشمیریؒ بھی ۲۶ راپریل ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ وفات کی اندوہناک خبر اخبار سے علم میں آئی۔ نماز جنازہ مولانا سالم قاسمی' مہتمم دیوبند نے پڑھائی۔

آپ محیر العقول حافظے کے عظیم محدث علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سب سے چھوٹے فرزند رشید تھے۔ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ ' حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ مولانا اعزاز علیؒ مولانا مفتی کفایت اللہؒ اور دیگر اکابرین دیوبندؒ کی سیرت وسوانح ' احوال واقعات اور کمالات کا ذکر خیر بچپن ہی سے سن شعور سے قبل گھر میں جد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے سنتے آئے ہیں۔ اگر میں یوں کہوں کہ دیوبند اور اکابرین دیوبند سے عقیدت و محبت ہمیں گھٹی میں پلائی گئی تو غلط نہ ہوگا۔ ان اکابرینؒ کو دیکھنے کا موقع تو نصیب نہیں ہوا' تاہم ان کی مجالس کی باتیں انتہائی عقیدت واحترام کیساتھ اساتذہ اور خصوصاً شیخ الحدیثؒ سے سنتے آئے ہیں۔

احب الصالحين ولست منهم　　لعل الله يرزقني صلاحاً

۔ اکابرین دیوبند میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی جامعیت' تبحر علمی' ذکاوت وذہانت' تفقہ وتدین اور بے نظیر حافظہ کے

فقید المثال واقعات علماء اور عوام میں زبانِ زدِ خاص وعام ہیں۔ مولانا انظر شاہ کشمیریؒ بھی الولد سر لابیہ کے مصداق، عظیم علمی مقام پر فائز تھے۔ ان کے مختصر حالات کچھ یوں ہیں:

پیدائش: ۱۴رشعبان ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۷ء شب برات کو ہوئی۔

تعلیم وتعلم: سن شعور کو پہنچتے ہی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اور ابتدائی درجات سے لے کر فراغت تک دارالعلوم دیوبند سے مربوط رہے۔ دینی تعلیم کے علاوہ عصری تعلیم 'ایف اے' ادیب فاضل' اور پھر عربی فاضل کی اسناد امتیازی نمبروں سے حاصل کیں۔ فراغت: ۱۹۵۳ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تدریس: تکمیل علوم کے فوراً بعد ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت استاد تقرری عمل میں آئی۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۸۲ء تک یہیں رہے اور بعد میں جب دیوبند کی تقسیم ہوئی تو دارالعلوم دیوبند (وقف) کے ساتھ تادم وفات منسلک رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے عظیم مسند حدیث پر بطور شیخ الحدیث کئی عشروں تک خدمات انجام دیں۔ اس دوران ہزاروں طلباء آپ سے مستفید ہوتے رہے۔

بیعت وارشاد: روحانیت سے وابستگی انہیں ورثے میں ملی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے ساتھ تعلق قائم ہوا۔ اس کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سے خلعت خلافت ملی۔

تصنیف وتالیف: تعلیم وتدریس کے علاوہ تحقیق وتصنیف کے میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپکو بے مثال خوبیوں سے نوازا تھا' ایک درجن سے زائد تصانیف فرمائیں۔ کچھ زمانے تک شعروشاعری کا مشغلہ ''یورش'' کے تخلص سے رہا۔

مجلس احرار اسلام ہند: آپ مجلس احرار اسلام ہند کے سرپرست تھے' اور تحفظ ختم نبوت کے مشن میں والد کی طرح پوری توانائی کے ساتھ مصروف تھے۔ اسی مقصد کے لئے ہندوستان میں فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی اور محاسبہ وتعاقب کے لئے احرار اسلام کو منظم کیا۔

اولاد: آپ کی اولاد میں ایک بیٹا مولانا احمد خضر شاہ مدظلہ' فاضل دیوبند ہیں' جو ۱۹۸۱ء سے دارالعلوم میں تفسیر و حدیث پڑھا رہے ہیں اور ساتھ ہی نائب ناظم تعلیمات بھی ہیں۔ ان کے علاوہ چھ بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کا جدِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ انتہائی عقیدت واحترام کا تعلق رہا۔ اس کا بیان احقر سے سننے کے بجائے خود ہی ان کے خطوط میں ملاحظہ فرمائیں گا۔ اسی طرح حضرت عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ ان کے قریبی برادرانہ اخلاص پر مبنی ربط وتعلق رہا۔ مجلہ الحق کے ساتھ انکی وابستگی بھی ان کے خطوط میں واضح ہو کر سامنے آئے گی۔ موصوف کا دارالعلوم حقانیہ میں ورود ایک ہی دفعہ ہوا تھا۔ دارالعلوم حقانیہ میں

آپؒ کیلئے اجتماعی فاتحہ خوانی اوررفع درجات کی دعائیں کی گئیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

احقر کا حقانیہ کی طرف سے تعزیت کے لئے ہندوستان دارالعلوم دیو بند جانے کا بھی ارادہ ہے' لیکن افسوس کہ ویزوں کے طویل جھنجٹوں اور دونوں ممالک کی باہمی چپقلش کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہو پا رہا ہے۔

**مکتوبات مشاہیر پون صدی کی تاریخ:**

اپنے اصل موضوع کی طرف آنے سے قبل واضح کردوں کہ یہ خطوط جس ذخیرے سے لئے گئے ہیں وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام برصغیر اور عالم عرب وغرب کے ہزاروں مشاہیر اکابر علماء' ادباء' زعماء' سیاستدانوں' حکمرانوں اور صحافیوں کے خطوط کا مجموعہ ہے' جو پون صدی کے علم و ادب' جہاد و سیاست' اور عالم اسلام کے مدوجزر کی تاریخ پر مبنی ہے۔ جسے عنقریب ان شاء اللہ شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ان دنوں خود ان مکاتیب کی تدوین وترتیب مکتوب نگاروں کے مختصر احوال وحواشی اور واقعاتی پس منظر تحریر کرنے کے کام میں مصروف عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ عظیم علمی' تحقیقی' تاریخی' دینی وادبی کام جلد سے جلد منظر عام پر آئے۔ (امین)

---

۱۷ مئی ۱۹۷۸ء برادر مکرم ومحترم، زید مجدہ! سلام مسنون، گرامی نامہ پہونچا۔

**نقش دوام' سوانح علامہ کشمیریؒ کا ارسال:** واقعۃً آپ کو نقش دوام کا نہ پہونچنا بڑی کوتاہی ہے یہ آپکی محبت وتعلق خاطر کی بات ہے کہ آپ نے مطالبہ سے سرفراز فرمایا۔ کتاب کو قیمتاً بھیجنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہدیۃً وبرائے تبصرہ آپکو عنقریب پہونچ جائیگی کسی مناسب ذریعہ کا منتظر ہوں اگر کوئی کارآمد وسیلہ بہم پہونچا تو اسکی معرفت ورنہ ڈاک سے روانہ کرونگا۔

**ماہنامہ ''الحق'' کی ترسیل کی فرمائش:** مگر اسکو یاد رکھئے کہ میں نے ایک بار آپ سے عریضہ کے ذریعہ ''الحق'' کی درخواست کی تھی جسکی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ حالانکہ میں ''الحق'' کے مطالعہ سے بھی محروم ہوں آپکے والد ماجد مغتنمات روزگار میں سے ہیں انکی صحت وعافیت ودرازی عمر ہر قریب و بعید کی تمنا وآرزو ہے۔ خدائے تعالیٰ انکو عافیت عطا فرمائے اور اس ظل عاطفت کو درازی نصیب ہو۔ انکی خدمت میں میرا نیاز مندانہ سلام عرض کریں۔

والسلام انظر شاہ

---

۱۲۷ ستمبر ۱۹۷۸ء برادرم عزیز مولانا سمیع الحق صاحب زید لطفہ، سلام مسنون! الحق کا شمارہ برائے رمضان المبارک موصول ہوا۔ اسمیں ''جگ بیتی اور آپ بیتی'' کا ایک عنوان ہے جو خان غازی کابلی کے قلم سے ہے۔

**علامہ کشمیری کا تعلق پٹھانوں سے جوڑنا غلط:** والد مرحوم سے متعلق یہ تحریر اکاذیب، اغلوطات کا مجموعہ ہے۔ اس خدا کے بندے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ والد مرحوم کی پیدائش انکی ننہیال ''دودھوان'' میں ۱۲۹۲ھ میں ہوئی ہے۔ دودھوان وادئ لولاب پر واقع ہے نہ کہ وادئ نیلم یا نیلاب میں۔ میرے دادا مرحوم مولانا معظم شاہ صاحب مظفر آباد سے موضع ''ورنو'' میں منتقل ہوگئے تھے یہ وادئ لولاب ہی میں واقع ہے۔ دیوبند کے داخلہ کے وقت صرف ایک بار انہوں نے مظفر آبادی لکھا ہے بعد کے تمام رجسٹروں میں والد مرحوم کے ساتھ کشمیری ہی لکھا ہوا ہے۔ خان غازی کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ خود مظفر آباد بھی کشمیر میں شامل ہے۔ پھر اللہ کے بندے نے میرے بہنوئی مولانا احمد رضا صاحب کو ''پٹھان'' لکھدیا حالانکہ وہ نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں۔ اور انکا شجرہ محفوظ ہے۔ ہماری کوئی بہن پٹھانوں میں نہیں گئی اور نہ پٹھانوں سے اول وآخر میں کوئی قرابت ہے۔ یہ تصریحات حقائق کو محفوظ رکھنے کیلئے ہیں۔ عیاذا باللہ پٹھانوں کو کمتر سمجھنے کے جذبہ کو ظاہر نہیں کرتیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ اسی شمارہ میں مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی کے بھی ملفوظات ہیں۔ اسمیں بھی کافی غلطیاں ہوگئیں مثلاً حضرت نانوتویؒ کا ایک واقعہ کہ ''انکی خدمت میں گنگوہ سے ایک حجام آیا تو انہوں نے اسکا پرتپاک خیر مقدم کیا اور آنیوالے کی رونمائی یہ کہتے ہوئے کراتے تھے کہ میرے مرشد کی بستی سے آیا ہے'' حالانکہ حضرت کے مرشد ''تھانہ بھون'' کے ہیں نہ کہ ''گنگوہ'' کے، انہیں ملفوظات میں رسول اکرم ﷺ کو ''یار'' سے تعبیر کیا گیا ہے یہ تعبیر سقیم بھی ہے اور سوء ادبی کی مظہر بھی، حضرت گنگوہیؒ سے بھی متعلق بعض واقعات غلط درج کیے گئے ہیں۔ حیرت ہے کہ آپ جیسے ذکی، فاضل اور باخبر مدیر کی ادارت میں شائع ہونیوالے مجلّہ میں یہ خرافاتی قصے حقائق بن کر کیسے شائع ہوگئے انکی تردید ضروری ہے۔ خصوصاً والد مرحوم سے متعلق افراد تو شدید تردید کا مطالبہ کرتے ہیں۔ احقر آپکی خدمت میں ''نقش دوام'' بھی پیش کرچکا ہے۔ پھر یہ اغلاط کیسے شائع ہوگئے؟ یا سبحان اللہ الحق میں اور یہ الکذب۔

امسال یہ ذرہ بے مقدار عازم حرمین شریفین ہے۔ اگر آپ تشریف فرما ہوں تو اطلاع دیجئے تاکہ شرف نیاز حاصل کرسکے۔ ساہیوال میں ہونیوالے اجلاس برائے دار العلوم کی شرکت کی دعوت ملی ہے اسمیں شرکت کا وعدہ بھی کرلیا لیکن دیوبندی اکابرین نے حج کے بعد رکھنے کی درخواست کی ہے۔

**شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی زیارت کی تمنا:** سفر پاکستان کے موقعہ پر اکوڑہ خٹک کی زیارت کی تمنا قلب کی بڑی آرزو ہے۔ آپکے والد ماجد دیوبند تشریف رکھتے تھے تو دور سے انکی زیارت کا شرف نصیب ہوتا۔ شکل وصورت محفوظ ہے لیکن خاکسار اس وقت جاہلیت کے دور سے گزر رہا تھا یعنی انگریزی پڑھ رہا تھا اسلئے حضرت موصوف سے ہمنشینی وہم کلامی کا شرف بھی نصیب عاجز نہ تھا۔ خدائے تعالیٰ انکے ظل ظلیل کو آپ اور خدام پر طویل تر فرمائے۔ میری جانب سے انکی خدمت اقدس میں نیاز مندانہ سلام پیش کردیں۔ نقش دوام پر آپکا تبصرہ باصرہ

نوازنہیں ہوا انتظار ہے اور رہے گا۔ نضر الله وجهک یوم القیامة ووفقک الله لسماع الحق وقدسماک الله تعالیٰ سمیع الحق فعلیک سماع الحق۔

والسلام واکرام۔ انظر شاہ کشمیری (مدرس دارالعلوم دیوبند صاحبزادہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ)

---

۲۵/ ستمبر ۱۹۷۹ء ۔ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب۔ سلام مسنون۔ امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا۔ الحق برابر پہنچ رہا ہے۔ بلکہ اس کا بڑا انتظار رہتا ہے۔ الحمدللہ دینی، مذہبی، اخلاقی، ہر ہر گوشہ پر مضامین مل جاتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے۔

**''الحق'' کا شدت سے انتظار:** پرچہ ماشاء اللہ اپنی گوناگوں خصوصیات کیوجہ سے بہت پسندیدہ ہے اور بے حد مقبول ہے۔ جب آجاتا ہے تو اسے بعد مطالعہ ہی رکھنے کو جی چاہتا ہے۔ صد سالہ کی تیاریاں زور وشور سے ہو رہی ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے کہ یہ اجلاس دارالعلوم کے شایان شان ہو جائے اور قاسمی برادری بلکہ مسلمانان ہندو پاک کو اس سے بیحد فائدہ ہو۔ مولانا سالم صاحب تو پاکستان تشریف لے گئے ہیں۔ میرے ایک عزیز شاگرد جو دارالعلوم کے فاضل ہیں اور جامعہ طیبہ دارالعلوم دیوبند کے سال چہارم کے طالب علم ہے انہوں نے ایک مضمون اکابر دارالعلوم کی ان خدمات پر جو اردو ادب کے سلسلہ پر ہیں تحریر کیا ہے۔ مضمون بہت پسند کیا گیا یہاں یوپی کے اجلاس کے موقع پر پڑھا گیا۔ اور لوگوں کا تو یہ خیال بھی ہوا کہ اس موضوع پر مستقل کتاب تیار کی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ مضمون روانہ کر رہا ہوں۔ الحق کی کسی قریبی اشاعت پر اسکو شائع فرمادیں۔ انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا اور اکابر دارالعلوم کی ایک خدمت ہوگی۔ قبلہ والد صاحب کی خدمت پر سلام مسنون عرض کردیں۔ والسلام انظر شاہ

---

صفر/۱۳۹۹ھ برادرم محترم مولانا سمیع الحق صاحب زید لطفہ ۔ سلام مسنون! ''الحق'' کا شمارہ برائے صفر المظفر ۱۳۹۹ھ نظر افروز ہوا۔ اس وساطت سے خان غازی کابلی (۱) کے تازہ افکار سے واقفیت ہوئی۔

**شیخ الحدیثؒ کی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کا قبول کرنا ڈگری کا اعزاز ہے:** آپ کے والد ماجد کیلئے ڈاکٹریٹ کی ڈگری پر مبارکباد پیش کرنے کی خاطر عریضہ لکھنا چاہتا تھا' لیکن دارالعلوم دیوبند کے سابق مدیر اہتمام مولانا حافظ احمد صاحبؒ کیساتھ پیش آمدہ ایک واقعہ تردد کا موجب رہا' سنا ہے کہ حافظ صاحب کو برطانوی سرکار سے جب ''شمس العلماء'' کا خطاب ملا تو متعلقین میں سے ہر ایک نے مبارکباد پیش کی۔ لیکن مرحوم کے خاص الخاص حاشیہ

---

(۱) دہلی کے جناب خان غازی کابلی پراگندہ افکار سے الحق کو نوازتے رہے اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا شجرہ پٹھانوں اور افغانوں سے جوڑا اس خط میں مکتوب نگار نے اس کا بھرپور تعاقب کیا۔

نشین مشہور مناظر مولانا مرتضیٰ صاحب چاند پوریؒ ہدیہ تبریک پیش کرنے کیلئے حاضر نہ ہوئے۔ بجانب دیگر حافظ صاحب بے حد حساس طبع و نازک مزاج تھے۔ اس غیبت پر انہیں گرانی تھی کہ اچانک ایک روز مولانا مرتضیٰ صاحب نے حاضری دی اور مبارکباد پیش کرنے کا ایک نیا عنوان اختیار کیا۔ بولے ''کہ شمس العلماء کا خطاب کہاں ہے؟'' کہ میں اسے مبارکباد دوں! چونکہ حافظ صاحب نے اسکو قبول فرما کر اسے عزت بخشی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹریٹ کی رسوائے عام سرافگندگی کے بعد یہ کھلی سربلندی ہے کہ آپکے والد ماجد نے اسے قبول فرمایا۔ اس سے موصوف کے اختصاص میں کوئی اضافہ نہیں ہوا بلکہ اس اعزاز کا اعزاز ہے کہ ایک مستند و ثقہ' ربانی و حقانی عالم نے اسے قبول کرلیا۔ فللہ الحمد

خان غازی کابلی کا دنیا کو خان بنانے کا منصوبہ: والامر الثانی محترم خان غازی کابلی کے ارشادات و نگارشات پر کیا عرض کروں دنیا کو خان بنانے کا منصوبہ بند کام جو موصوف نے شروع کیا ہے اس پر یہی عرض کیا جاسکتا ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا ہے زمانہ میں ... تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اگر دارالعلوم میں (۱) باب الظاہر کی موجودگی دارالعلوم کی پٹھانیت کی علامت ہے تو پھر خوانین کے جہاں جہاں قدم پہنچے وہ صرف ان کا مفتوحہ علاقہ نہیں بلکہ خان غازی کی چابکدستیوں کے نتیجہ میں نسلی پٹھان ہی بن گیا۔ اس بنائے فاسد علی الفاسد پر اب عرض و معروض کی گنجائش ہی کیا رہی۔ ذرا سوچئے تو حضرت شاہ صاحب کے افغان ہونے کی دلیل خان کے زنبیل علم میں ان کا پشتو جاننا ہے حالانکہ پشتو جاننا بجائے خود تحقیق طلب ہے' لیکن پنجابی تو مرحوم یقیناً جانتے تھے۔ اسلئے انہیں پنجابی بنانے میں خان غازی کو کوئی دشواری پیش نہیں آئیگی اور چونکہ ان کا اکثر کلام منثور یا منظوم فارسی میں ہے اسلئے انہیں ایرانی کہنے میں کیا مضائقہ؟ اور عربی تقریر و تحریر میں تو شاہ صاحب طاق تھے اس لئے وہ حجازی بھی ٹھہرے۔ مولانا اسعد میاں گجراتی طلاقت سے بول لیتے ہیں تو کیوں نہ انہیں گجراتی بنا دیا جائے اور وہ بنگالی خوب بول لیتے ہیں اسلئے جھٹکا دے کر انہیں بنگلہ دیشی تو ضرور قرار دیا جاسکتا ہے' وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ شاہ صاحب مرحوم کے آباؤ اجداد کا افغان سے کوئی علاقہ ہی نہیں ان کے بزرگ بغداد سے اٹھے' ملتان میں اترے' لاہور سے گزرے اور کشمیر کے ہمیشہ کے لئے باشندہ ہوگئے۔ گویا کہ ''پیرے بود پسرے داشت گم کرد۔ بازیافت'' اتنی مختصر داستان کو خان کھینچ تان کر قصہ یوسف و زلیخا' بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے یہ کب تسلیم کیا تھا کہ شاہ صاحب وادی نیلاب سے اٹھ کر لولاب پہنچے' خان کی بنیادوں کی طرح معلوم ہوتا ہے ان کا استنباط بھی طبع زاد ہی رہتا ہے۔ کشمیر میں انکے مورث اعلیٰ شاہ مسعود نروری کا مزار مرجع خاص و عام ہے بلکہ آغوش میں نامور اولاد بھی سوتی ہے کیا ایک نام کی متعدد شخصیتیں نہیں ہوسکتیں؟ تو پھر

---

(۱) دارالعلوم کا ایک احاطہ باب الظاہر جو افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ سے منسوب تھا۔ مہتمم دارالعلوم قاری محمد طیب قاسمیؒ کے سفر افغانستان اور ظاہر شاہ مرحوم سے ملاقات کے نتیجہ میں عطیہ شاہی سے اسکی تعمیر ہوئی تفصیلات قاری محمد طیب مرحوم کے سفرنامہ کابل میں ہیں۔ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ اسی باب الظاہر میں زمانۂ تدریس کے دوران مقیم رہے۔ (س)

افغانی بابا مسعود کو ''شیخ مسعود حزوری'' بنانے کی کیا معقول وجہ ہے؟ اس پر کچھ شاخیں وسلسلے تحریر فرما کر خاکسار سے تعین وتشخص کا مطالبہ اور بھی حیرت انگیز ہے۔ صرف مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے مقالہ میں کشمیری کی تصریح نہ ہونے یا لوح مزار پر اس نسبت کے ترک کو ایک تاریخی انکشاف بنانا خان کا پٹھانی قلم ہی کر سکتا ہے۔ ریاست کشمیر اگر صرف اس وجہ سے افغان علاقہ ہے کہ وہاں کبھی ان کا تسلط رہا تو پھر پورے ہندوستان کو انگریزی علاقہ کیوں نہ قرار دیجئے۔ جبکہ یہاں ربع صدی پہلے یونین جیک طمطراق سے لہراتا رہا۔ خان والا شان کی محیر العقول نگارش سے بہر حال بلکہ ایک تجربہ تو ضرور ہوا کہ خوانین ''دل پھینک'' ہونے میں بڑے تیز رفتار واقع ہوئے ہیں۔ راقم الحروف کو پچاس سالہ میں معشوق ہی بنا ڈالا حالانکہ احقر اب سبزہ آغاز تو کیا ہوتا غالیچہ ءرخسار سفید پھونس ہے۔ بے ریش و بروت ہونے کے نامسعود عہد میں بھی یہ سرٹیفیکیٹ بحمد للہ نہیں ملا تھا۔ بہر حال موجودہ اپنی ارزانی نرخ کے دور میں خانؔ نے جو نرخ بالا کن کا فیصلہ فرمایا اس پر دلی شکریہ پیش کرتا ہوں۔ والا شان خان کو میری گزارشات گالیاں نظر آئیں اس پر صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اپنے والد محترم سے نیازمندانہ سلام عرض کر دیجئے خدا کرے آپ بعافیت ہوں!

فقط والسلام مع الاکرام انظر شاہ ۔ خادم الندریس بدارالعلوم دیوبند

---

۲۱ر محرم ۱۴۰۴ھ برادر مکرم ومحترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب اشکراللہ مساعیکم۔ تحیہ مسنونہ۔ سال گزشتہ پاکستان حاضری کے موقع پر آپ سے نیاز حاصل نہ ہونے کا قلق برابر محسوس کرتا رہا۔ معلوم ہوا تھا کہ آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے ہیں اور واپسی بھی میری موجودگی میں اسوقت ہوئی جب میں مراجعت وطن کیلئے پابرکاب تھا۔ ''اکوڑہ خٹک حاضری دی تھی'' اور حضرت المحترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ادام اللہ ظلہ سے شرف نیاز حاصل ہوا آپکی درسگاہ کی زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی' مزید حضرت مدظلہ کے خوانِ کرم سے زلّہ ربائی نصیب ظلوم وجھول تھی۔ اپنے بزرگوں میں سے کسی اہم شخصیت کا یہ مقولہ کانوں میں پڑا ہوا ہے کہ ''صاحبزادے بڑی مشکل سے کسی کے معتقد ہوا کرتے ہیں'' اور حضرت مرزا مظہر جانجاںؒ کا یہ ارشاد تو ان کے مکتوبات میں نظر سے گزرا کہ'' نازک مزاجی لازم صاحبزادگیت''

<u>شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے بارے میں تاثرات ومشاہدات:</u> لیکن کسی مبالغہ اور توریہ کے بغیر عرض کرتا ہوں کہ آپ کے والد ماجد مدظلہ سے پورے پاکستان میں ایک گہرا تاثر لیا' معصومیت' سادگی' عالمانہ شان' فقیرانہ جلال' شکوہ دین' آثار بے سروسامانی' جسمِ زیبا پر ہر ایک اپنی مناسب جگہ پر موجود ہے' دولت کدہ کے اس حصہ میں دسترخوان بچھایا جس کی قدامت وکہنگی صدیوں قبل کے علماء ربانی کی یاد تازہ کرتے تھے۔ بصورت نقد تبرک بھی عنایت فرمایا۔

جس کے لینے پر یہ حقیر متامل ہوا تو یہ جملہ بھی زبان مبارک پر آ کر سامعہ میں رس گھولتا تھا۔ "چلو بس ہو چکا" تازہ الحق کے شمارے میں یہ پڑھکر دل دھک سے ہو گیا کہ حضرت تشویش ناک علالت میں مبتلا ہو کر داخل ہسپتال ہیں۔ خدا تعالیٰ مدظلہ کو عاجلہ و کاملہ و مستمرہ صحت عطا فرمائے۔ کہ قحط الرجال کی سیاہ چادر کائنات پر پھیلتی جا رہی ہے اور پاکستان تو آثار کہنہ سے آئے دن خالی ہوا جاتا ہے۔ ان احوال پر حضرت مدظلہ کا وجود اقدس مغتنمات روزگار ہیں۔ میری جانب سے حقیر سلام پیش فرما کر مزاج پرسی فرمائیں۔ اور عرض کر دیں کہ دور افتادہ مصروف دعا صحت ہے۔ واللہ سمیع علیم فانه مجيب الدعوات

<u>قاری طیبؒ کے بارے میں الحق کے خصوصی شمارہ کی تجویز:</u> الحق برابر پہونچتا ہے جس کیلئے شکرگزار ہوں حضرت مہتمم صاحبؒ کا آپ کے مجلّہ پر بہت حق ہے۔ اسکی ادائیگی ابھی نہیں ہو سکی کاش کہ مرحومؒ کے شایان شان آپ کوئی نمبر نکالتے۔ مرحوم اس دور میں "دیوبندیت" کی علامت تھے۔ زندگی کے آخری مراحل پر صبر، سکوت، استغناء کے ناقابل شکست مظاہرے فرما کر اسلاف کی مجسم تصویر اور ہماری تابناک ماضی کی متحرک یادگار بن گئے تھے۔ ویسے مجھے یقین یہ ہے کہ زمانہ جوں جوں قدم آگے بڑھائے گا۔ غلط فہمیوں کے پردے چاک ہونگے اور محسوس ہوگا کہ حلقۂ دیوبند نے جو از شرق تا غرب پھیلا ہوا ہے گو ہر شب چراغ کھو دیا ہے۔ وہ اپنی صورت اور سیرت، مکارم اخلاق، بلند و بالا شخصیت کے اعتبار سے دیوبند جیسے عظیم مکتبہ فکر کے سجے سجائے مدیر تھے اور انہیں اس مکتبہ فکر کی ترجمانی کیلئے خدا تعالیٰ نے منتخب فرمایا تھا۔ فرحمه الله رحمة واسعة۔ خدا کرے کہ مزاج سامی بعافیت ہوں۔

والسلام : انظر شاہ کشمیری دیوبند

---

فروری ۱۹۸۷ء <u>الحق کے مضامین مرغوب خاطر اور غذائے روحانی:</u> بلا شبہ کذب بیانی و آمیزشِ مبالغہ عرض ہے کہ الحق کے مندرجات (۱)، گراں قدر مقالات، بلند پایہ مضامین، ڈھلی ڈھلائی نگارش، مرغوب خاطر اور غذائے روحانی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ میں اک اک سطر سے استفادہ کرتا ہوں۔ مستفیدین کا ایک غول ہے جن میں یہ صحیفہ یکے بعد دیگرے گھومتا ہے اور کبھی کسی ظالم کو اتنا پسند ہوتا ہے کہ وہ اس کے سرقہ کو بھی جائز سمجھتا ہے۔ میں بھی مجبوراً فاقطعوا ایدیهما کے حکم پر عمل نہیں کرتا۔

<u>مولانا عبیداللہ سندھی کی مجذوبیت:</u> ایک بار مجاہدِ اعظم مولانا عبیداللہ سندھی المغفور ہمارے ہی غریب خانہ پر اس شان سے وارد ہوئے کہ گریبان چاک، سر اقدس کلاہِ فضیلت سے بے نیاز اور قدم سیاست کی پرخار وادی کو خون

---

(۱) ایک صاحب علم و فضل سے الحق کو یہ خراج تحسین ناچیز کیلئے بڑا اعزاز ہے۔ (س)

سے لالہ زار بنانے کیلئے برہنہ، میری والدۂ مرحومہ نے والد مرحوم حضرت علامہ کشمیریؒ سے مجذوب سندھی کی بلند پایہ کلمات میں تعریف سنی تھی۔ جب اندرون خانہ اس حالِ زار کی اطلاع پائی تو فوراً بازار سے سندھی مرحوم کیلئے قیمتی جوتا مہیا کرایا۔ مولانا مرحوم ہمارے ہاں سے اٹھ کر قریبی مسجد میں نماز کیلئے تشریف لے گئے تو کسی ستمگر نے یہ نیا جوتا صاف کردیا اور لطف یہ کہ مرحوم کے سامنے ہی جب برہنہ پا پھر ہمارے یہاں تشریف فرما ہوئے تو باآدب استفسار کیا گیا کہ حضرت جوتا؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ بھائی ایک صاحب نے اٹھالیا۔ کیا آپکے سامنے؟ جی ہاں! غالباً وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند تھا۔ میں بھی الحق کے سارقین کے بارے میں یہی سوچ لیتا ہوں۔ پاکستان سے بے پناہ جرائد ورسائل نکل رہے ہیں۔ بلکہ سنا ہے کہ "میرپور" کشمیر سے کوئی رسالہ بیادگار والد مرحوم بھی، مگر مجھ کندۂ ناتراش کو کون یاد رکھتا ہے۔ آپکے شمارہ سے حضرت المحترم سید الافاضل حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں، ماہ بماہ روحانی حاضری کی سعادت نصیب ہوجاتی ہے تو کیا آپ اس سعادت سے مجھے محروم کرینگے؟ حضرت اقدس سے نیازمندانہ سلام عرض کردیجئے۔ اور اگر بارِ خاطر نہ ہو تو پورے حلقۂ احباب سے، خدا کرے کہ مزاج سامی بعافیت ہوں۔

انظر شاہ ابن انور شاہ کشمیری دیوبند

---

۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۰۹ھ ۱۸ رستمبر ۱۹۸۸ء برادر محترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ۔ تحیۃ مسنونہ!

<u>حضرت شیخ الحدیثؒ کی تعزیت:</u> کل گزشتہ "پاکستان ریڈیو" نے آپ کے والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کے سانحہ رحلت کی المناک خبر دے کر علمی حلقہ کو ایک گہرے صدمہ میں ہمیشہ کے لئے مبتلا کردیا۔ آپ کے ملک کے "مرحوم صدر صاحب" (صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق) کے بعد یہ دوسرا اور دردانگیز سانحہ ہے، جس کا الم وکرب، علم ودانش، دین ودیانت، ثقاہت ورزانت سے تعلق رکھنے والے بشدت محسوس کرتے رہیں گے۔ وہ صرف آپ کے باپ نہیں تھے بلکہ جماعت علماء کے روحانی باپ تھے بلکہ برصغیر کے دانشور اور ارباب علم ان کے ظلِ شفقت سے محروم ہوگئے۔

<u>رحلت سے دیوبندیت کی بنیاد ہل گئی:</u> "پاکستان" میں "دیوبندیت" کی بنیاد ہل گئی، اسلاف کا نمونہ منظر عام سے ہٹ گیا، قدیم بزرگوں کی تصویر غائب از نظر ہوئی، زہد واتقاء، توکل واستغناء کی کائنات آبدار وتابدار گوہر سے محروم ہوگئی۔ خدا تعالیٰ قلوب کو اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ صرف ایک بار کی زیارت کے خوشگوار اثرات اب تک دل ودماغ کی لوح پر مرتسم ہیں۔ مرحوم کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی۔ انکی مجلس میں روح سکون محسوس کرتی، قحط الرجال کے دور میں ان کا وجود تاریکیوں میں منارۂ نور تھا۔ فرحمه الله رحمة واسعة۔ آج صبح دارالعلوم (وقف) میں جلسہ تعزیت اور ایصالِ ثواب کی مجلس ہوئی اور ظہر کے بعد بھی مرحوم کیلئے دعاء ترقی درجات آخرت کا اہتمام ہوگا۔ سب متعلقین کو مسنون تعزیت پہنچا کر ممنون فرمائیں۔ خدا کرے کہ آپ بعافیت ہوں۔

والسلام انظر شاہ مسعودی

شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

# علم منطق کی اہمیت وضرورت

حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث اور جامع المعقول والمعقول شخصیت ہیں۔ تدریسی زندگی کا اکثر حصہ آپ نے علوم عقلیہ کی ادق اور منتہی کتابوں کی پڑھائی میں گزارا۔ زیرنظر مقالہ درحقیقت وہ خطاب ہے جو کہ آپ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیراہتمام تدریب المعلمین کورس ۱۵رفروری ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بمقام جامعہ عثمانیہ پشاور میں فرمایا تھا۔ افادۂ عام کی خاطر یہ مغز مقالہ قارئین الحق کی نذر ہے۔　(ادارہ)

---

## منطق:

منطق کا ایک لغوی معنی ہے اور ایک ''علمی'' سیبویہ فرماتے ہیں "الأعلام کلھا منقولات" تمام نام اور اسماء منقول ہیں۔ اس لئے دونوں معنی میں مناسبت بھی ضروری ہے' ہر علم کا ایک واضع ہوتا ہے' جس طرح ہر کتاب کا مصنف ہوتا ہے' اسی طرح جنس علم کا تذکرہ رؤس ثمانیہ میں بھی ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ مباحث کتاب کی ابتداء میں مقدمہ کے طور پر علماء بیان کرتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں کسی کتاب کے درس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ نفس فن اور کتاب کا سیکھنا ضروری ہوتا تھا۔ مصنف کے احوال وغیرہ کے تذکرے نہیں ہوتے تھے' یہ تذکرے صرف احادیث کے کتابوں میں ہوتے تھے استاد اور طالب علم نفس فن کو اچھی طرح جاننے کی کوشش کرتے تھے۔

منطق مصدر میمی یا ظرف کا صیغہ ہے منطق نطق سے ہے نطق ظاہری بھی اور نطق باطنی بھی نطق ظاہری و باطنی کو تقویت کا ذریعہ ہے۔ اب یہ ایک فن کا نام پڑ گیا ہے جس کی تعریف یہ ہے۔ "الة قالونیة تعصم مراعاتها الذهن عن الخطاء فی الفکر" یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کی وجہ سے انسان فکری خطا سے محفوظ رہتا ہے' یعنی آلہ عقلیہ ہے۔ منطق کے قوانین کی رعایت سے مجہولات کے حصول کے لئے جو فکری و عقلی ترتیب ہوتی ہے اس میں غلطی سے بچتا ہوتا ہے' جس طرح علم النحو کی وجہ سے اعرابی غلطی سے بچاؤ ہوتا ہے۔ مورخین کے نزدیک علم منطق کا واضع حضرت ادریس علیہ السلام' البتہ معلم اول ارسطو ہے کہ اس نے قواعد منطقیہ مرتب کئے ہیں لیکن ان کے عقائد

درست نہیں تھے مثلاً حشر کے منکر تھے۔ معلم ثانی خلفاء عباسیہ کے زمانے کے فارابی تھے۔ اسلامی مملکتوں میں جب وسعت ہوئی تو ساتھ ساتھ منطق وفلسفہ کے قوانین بھی عربی زبان کی طرف منتقل ہوئے۔ بڑے بڑے محققین اور مدققین نے بھی ان علوم مین حصہ لیا بعض نے تو ان علوم میں انتہائی انہماک سے کام لیا جس کی وجہ سے فساد ظاہر ہوا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ بعض فنون میں فوائد کے ساتھ نقصانات اور فساد کے پہلو بھی ہوتے ہیں۔ اگر اعتدال سے کام لیا جائے اور نقصان سے بچنے کی کوشش ہو تو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر اعتدال چھوڑ کر افراط تفریط سے کام لیا جائے تو پھر فائدے کی بجائے نقصان ہوگا۔ حسن بصریؒ کے زمانے میں معتزلہ کا رئیس واصل بن عطا تھا۔ ان کے پیروکاروں نے فلاسفہ کا دامن پکڑا جس کی وجہ سے اخبار احاد کے منکر ہو گئے۔ خبر واحد کی ایسی روایتیں جن میں حشر ونشر اور رؤیت باری کا ذکر تھا ان کا انکار کردیا اور اپنی عقل کی مخالف باتوں کا انکار کیا۔ اس زمانے میں خبر واحد کی حجیت کا انکار شروع ہوا تو علماء کرام نے بھرپور تردید کے ساتھ دفاع کیا۔ اسی طرح تیسرے مرحلہ میں ابن سینا نے منطق کے قواعد کی از سر نو تجدید کی تو اس فن کے مجدد قرار پائے اور معلم ثالث کے لقب سے مشہور ہوئے۔

## قوانین منطق اور قوانین فلسفہ میں فرق:

منطق اور فلسفہ کے قوانین میں فرق ہے' منطق کے قوانین میں خلاف شریعت کوئی نہیں بلکہ شرعی احکام کی تحقیق وتدقیق میں منطق ایک بڑا موثر معقولی آلہ اور وسیلہ ہے دوسرا یہ کہ علم حکمت کا موضوع موجودات عینیہ ہے اور منطق کا موضوع معقولات ہیں۔ مناطقہ مطلق معقولات یا معقولات ثانویہ سے بحث کرتے ہیں۔ مجہول تصوری یا مجہول تصدیقی تک پہنچنے کے لئے تعریف اور حجت کے راستے اور قوانین بنائے مثلاً تعریف یوں ہوگی۔ جنس اور فصل کو یکجا کرنے سے دلیل اس طرح قائم ہوگی مثلاً صغریٰ کبریٰ کے ذریعہ دلیل کی اقساط بتلادیں۔ اس لئے یہ بات شہرت پکڑ گئی کہ علم منطق تمام علوم کے لئے الہ ہے۔ متقدمین نے تو علم منطق کو صرف علم حکمت کے لئے آلہ قرار دیا تھا' وجہ یہ تھی کہ حکمت وفلسفہ کے تمام مسائل عقلی ہیں۔ اس طرح فلاسفہ اور حکماء اپنے تمام مسائل عقلی دلائل سے ثابت کرتے تھے' لیکن متاخرین علماء نے علم منطق کو تمام علوم کے لئے مقدمہ قرار دیا۔ اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے ہے کہ علوم کے مسائل نظری ہوتے ہیں کیونکہ کوئی بھی مصنف بدیہیات کی تدوین نہیں کرتا۔ تمام نظری چیزیں اپنے وجود اور ثبوت علمی میں دلیل کی طرف محتاج ہوتی ہیں اگر دلیل صحیح ہوگی تو نتیجہ بھی صحیح ہوگا۔ دلیل کی صحت وعدم صحت کی ذمہ داری علم منطق نے لی ہے اس لئے ایک اعتبار سے تمام علوم کے نظری مسائل دلیل کی طرف محتاج ہوئے اور دلیل کی صحت اور فساد علم منطق کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے اس لئے بعض حضرات نے علم منطق کو رئیس العلوم قرار دیا۔ کسی نے خادم العلوم ایسی صورتحال میں ایسے علم کی شرافت میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ ہاں کبھی ملحدین صرف عقلیات کا اتباع کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی نصوص سے ان کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ صرف عقلی بات اور دلیل سے مطمئن ہوتے ہیں۔ ان ملحدین کی

تردید وہی لوگ کریں گے۔ جن کی عقلی تربیت ہو چکی ہو ان کی عقل منجمد نہ ہو۔

**ایک نیچری کا واقعہ:**

ایک نیچری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں غلامی کا ذکر نہیں ہے۔ آیت میں ہے۔" فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء"

تردیدی حکم ہے۔ صرف خلاصی اور آزادی کا حکم ہے۔ غلامی کا ذکر نہیں ہے اسلئے غلامی کے تمام احکام فضول اور بیکار ہیں یہ آپ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب دیا یہ حصری تردید جہاں آئی ہے یہ کون سا قضیہ ہے' شرطیہ ہے حملیہ یا شرطیہ میں منفصلہ ہے اور منفصلہ میں ''مانعۃ الجمع'' ہے یا ''مانعۃ الخلو'' یا ''منفصلہ حقیقیہ'' ہے پھر اس معترض کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ظاہر ہے یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع ہے۔ جیسا کہ یہ قول ہے۔" ھذا الشی اما حجر او انسان "اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جمع ممکن نہیں یہ مطلب نہیں کہ خلو نہیں آسکتا ہے کہ ایک چیز نہ حجر (پتھر) ہوگی اور نہ انسان بلکہ ہوسکتا ہے کہ نہ حجر ہو اور نہ انسان بلکہ گھوڑا یا کوئی اور چیز ہو تو مذکورہ آیت میں جمع منع ہے۔ خلو منع نہیں اب اگر منطق کے قواعد ہمیں معلوم نہ ہوتے تو اس نیچری کو کون اور کیا جواب دیتا۔ استاذ محترم حضرت العلامہ مولانا خان بہادرؒ المعروف بہ مارتونگ بابا کی ہندوستان میں طالب علمی کے زمانہ کی بات ہے ایک طالب علم سے کسی ہندو فلسفی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات علت تام ہے یا علت ناقص۔ طالب علم نے کہا کہ علت تام۔ اس ہندو نے کہا پھر تو عالم قدیم ہوا۔ کیونکہ علت تام کے وجود کے وقت معلول کا موجود ہونا ضروری ہے' ورنہ علت سے معلول کا تخلف آئیگا۔ اور یہ تخلف معلول جائز نہیں۔ طالبعلم بہت گھبرایا حیران پریشان بن کر حضرت الاستاد (جو اس وقت طالبعلم تھے) کے پاس آیا اور کہا کہ ایک ہندو نے لاجواب کر دیا ہے' حضرت الاستاد اس طالب علم کو لے کر ہندو کے پاس گئے۔ اس ہندو نے وہی سوال دہرایا۔ تو حضرت الاستادؒ نے فرمایا نہ علت تام ہے نہ علت ناقص۔ بلکہ فاعل مختار اور فاعل بالارادہ ہے۔ فعال لما یرید ہے۔ جسوقت جو کام چاہے کرتا ہے اور کر سکتا ہے چنانچہ اس دفعہ وہ ہندو لاجواب ہوگیا۔ یہ سب معقولات کی برکت ہے' علم منطق کے قواعد کے اصطلاحات جدید ہیں لیکن انکا استعمال قرآن وحدیث میں موجود ہے' یہ صرف علم منطق کا معاملہ نہیں بلکہ دیگر علوم مثلاً فقہ اور اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ کے اصطلاحات جدید اور بندوں کی ایجاد ہیں' لیکن ان کی حقیقتیں قدیم اور قرآن وحدیث میں موجود ہیں' فقہ اور اصول فقہ اور اصول حدیث جیسے مفید اور ضروری علوم پر کسی کو اعتراض نہیں لیکن علم منطق اور معقولات پر بعض حضرات اشکالات پیش آتے ہیں۔

**منطقی حقائق اور قرآن مجید:**

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا"

برہاں تمانع ہے' صاحب شرح عقائد فرماتے ہیں کہ یہ حجت اقناعی ہے اس میں برہان کی طرف اشارہ ہے برہان مقدمات یقینیہ سے مرکب ہوتا ہے' حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بڑے آسان طریقہ سے اس کا ذکر کیا ہے' یہ قیاس استثنائی رفعی ہے ۔اس میں نقیض مدعا مقدم ہوتا ہے' اس کے ساتھ ایک تالی محال لازم ہوتا ہے۔اور ملزم محال محال ہوتا ہے تو نقیض دعویٰ محال ہوا اور احد النقیضین جب محال ہوتا ہے تو دوسرا واجب ہوتا ہے۔ تو عین مدعی واجب اور ثابت ہوا۔معنی یہ ہوگا الہ ایک ہے اگر ایک نہ ہو اور متعدد ہوں تو یہ نقیض مدعی ہے اب جب دوسرا آلہ واجب اور قادر علی الکمال ہے یہ پہلے آلہ کے کسی فعل کی ضد کے ساتھ اپنا ارادہ معلق کرسکتا ہے۔یا نہیں اگر نہیں کرسکتا تو عجز لازم آیا اور عاجز خدا نہیں بن سکتا ہے اگر کرسکتا ہے تو کیا اس ارادہ کی وجہ سے اپنی مراد حاصل کرسکتا ہے؟ یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتا ہے تو پھر عجز لازم آیا اگر مراد حاصل کرسکتا ہے' تو اجتماع ضدین لازم آیا اور یہ محال ہے۔ منطق کے بعض قواعد بالکل مسلمات سے ہیں ان پر سب کا اجماع ہے۔مثلاً اجتماع ضدین اجتماع نقیضین' ارتفاع نقیضین اور تداخیل جواہر متحیزہ وغیرہ ممنوع ہیں۔ برہان تمانع میں یہ قاعدہ سامنے آیا کہ اجتماع نقیضین محال ہے۔

"لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا"

لازم باطل ہے تو ملزوم اس کے مثل ہوگا یعنی باطل ہوگا۔یہاں لو استدلالیہ ہے' لو کی کئی قسمیں ہیں۔ ''لوانزلناھذا القرآن علی جبل'' میں لو امتناعیہ ہے' کبھی لو مصدریہ آتا ہے' کبھی تمنائیہ اور کبھی شرطیہ آتا ہے یہی لو شرطیہ کبھی امتناعیہ اور کبھی استدلالیہ آتا ہے۔لو امتناعیہ کی مثال یہ ہے۔''لو جئتنی لاکرمتک'' اس میں انتفاء اول انتفاء ثانی کے لئے سبب ہے اور اس لو امتناعی میں انتفائیں دونوں معلوم ہوتے ہیں صرف انتفاء ثانی فی الواقع کے لئے معلوم نہیں تو امتناعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتفار ثانی کے لئے سبب فی الواقع انتفاء اول ہے۔لو استدلالی میں انتفاء ثانی دلیل ہوتی ہے انتفاء اول پر اور وہ لازم ہے اور انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم آتا ہے۔لو استدلالی میں ایک انتفا معلوم دوسرا مجہول ہوتا ہے تو مجہول معلوم کے ذریعے مجہول حاصل کیا جاتا ہے۔امتناعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتفاء ثانی کے سبب فی الواقع انتفاء اول ہے۔

قیاس استثنائی میں چار صورتیں آتی ہیں۔دو منتج اور دو عقیم تو ''لوکان فیھما'' کا حاصل یہ ہے کہ فساد نہیں تو متعدد الھیہ نہیں۔یہی منطق کا ایک قاعدہ اور دلیل کی ایک قسم ہے۔

(۲) حدیث میں آتا ہے " فان خیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتہا و کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار" یہ قیاس اقترانی اور شکل اول ہے۔

(۳) مسلم شریف کی روایت ہے۔حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں.

لاتدخلون الجنة حتی تؤمنوا ولا تؤمنوحتی تحابوا"

نتیجہ نکلا کہ جب تک آپ میں محبت نہ ہو جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر حضورؐ نے آپس میں محبت بڑھانے کا نسخہ بتلایا کہ "افشو السلام" سلام کو عام کرو سلام کو پھیلاؤ یہ زبانی خیر رسانی اور محبت کا ذریعہ ہے۔ "الانسان عبد الاحسان" انسان تو احسان کا بندہ ہے۔ ایک آدمی آپ کو زبانی یا عملی طور پر خیر پہنچائے تو آپ کو اس کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے گی۔ خیر رسانی محبت کے اسباب میں سے ایک ہے، یہی حدیث بعینہ شکل اول کا مادہ ہے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخاطب کر کے فرمائیں گے۔ "أنت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله قال سبحنک" یہ سوال جواب بعینہ اس طرح ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے مابین سوال جواب ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "رب أرنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی" حضرت ابراہیمؑ کا مقصد اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا لیکن پھر بھی حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا "الوم تؤمن" اس سوال جواب کی کیا ضرورت پیش آئی جو ضرورت حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہے وہی ضرورت حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ میں ہے۔ أن کنت قلته فقد علمته" تالی باطل ہے اور مقدم اس کے مثل ہے۔ ملازمہ اس کے مثل ہے۔ ملازمہ یہ ہے "تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک" یہ بھی قیاس استثنائی ہے۔

(۵) منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "ومن الناس من یقول امنا بالله وباليوم الاخر وماهم بمؤمنین" مسئلہ یہ ہے کہ "رد مردود" کے ساتھ لفظاً ومعناً موافق ہوتا ہے۔ منافقین نے کہا "امنا" یہ جملہ فعلیہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جملہ کی تردید جملہ اسمیہ اور باز ائد کے ساتھ کی ہے یعنی "وماهم بمؤمنین" تو "امنا" کا رد "وما هم بمؤمنین" کے ساتھ کرنا دونوں میں موافقت نہیں کیونکہ ایک جملہ فعلیہ ہے اور دوسرا جملہ اسمیہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ رد اور مردود ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ منافقین کا جملہ "امنا" موجبہ مطلقہ عامہ ہے یعنی ہمارا ایمان بالفعل موجود ہے منافقین نے "انا امنا" کا دعوی نہیں کیا، موجبہ مطلقہ عامہ کی نقیض جہت کے اعتبار سے سالبہ دائمہ ہوتا ہے اور "ماہم بمؤمنین" سالبہ دائمہ ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ حضورﷺ کو حکم فرما رہے ہیں "بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته" بلغ امر اور حکم ہے "فان لم" شرط ہے "فما بلغت" جزا ہے دونوں میں اتحاد ہے اسلئے کہ بظاہر دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ حالانکہ شرط اور جزا کا مفہوم الگ الگ ہونا چاہیے۔ اس کے حل اور جواب کے لئے منطق کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ "بلغ ما" میں کلمہ ما کا مفہوم عام ہے اس کا مفہوم موجبہ کلیہ بنتا ہے۔ یعنی جو کچھ نازل کیا ہے وہ سب پہنچائیں گے۔ موجبہ کلیہ کا نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔

"وان لم تفعل" سالبہ جزیہ ہے اگر دین کا بعض حصہ نہ پہنچایا تو سلب جزی ہوگا' لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی سلب کلی ہے اس لئے فرمایا"فما بلغت رسالته" یعنی آپ نے سرے سے کچھ پہنچایا ہی نہیں۔ منطق کے قاعدہ کے مطابق سلب جزی کبھی سلب کلی کے ضمن میں آتا ہے اور کبھی ایجاب جزی کے ضمن میں۔

اب شرط اور جزا میں مغائرت آجائے گی تو"وان لم تفعل" سالبہ جزیہ ہے ایجاب جزئین کے ساتھ اور"فما بلغت رسالة" سالبہ کلیہ ہے لہذا شرط اور جزا میں مغائرت پائی گئی۔ منطقی قواعد کی رو سے قرآن مجید پر واقع ہونے والا اعتراض ختم ہوگیا۔

(۷) حدیث ذوالیدین کے بارے میں آپ کو علم ہے بنا بر اختلاف روایات ظہر یا عصر کی نماز سہواً حضورﷺ نے پوری نہیں پڑھی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ حضورﷺ کے انتہائی رعب کی وجہ سے پوچھنے کی جرأت بھی مشکل تھی یا ایک صحابی جو ہاتھوں کی درازی کی وجہ سے ذوالیدین کے ساتھ مشہور تھے جیسے حضرت اسامہ ذوالبطین کے ساتھ مشہور تھے' ان کی توند قدرے بڑی تھی تو ذولیدین نے حضورﷺ سے پوچھا أقصرت الصلوة ام نسيت يارسول الله" حضورﷺ نے فرمایا" كل ذالك لم يكن لم انس ولم أقصر " حضورﷺ نے سالبہ کلیہ ذکر کیا نہ بھول ہوئی اور نہ نماز میں کمی آئی ہے۔ حضرت ذولیدین نے پھر فرمایا" بعض ذالك قد كان " یعنی کچھ تو ہوا ہے۔ سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ اس لئے ذولیدین نے سالبہ جزیہ ذکر کیا۔ یعنی سہواً ایسا ہوا ہے۔

(۸) کفار کا عقیدہ تھا کہ رسالت بشریت کے منافی ہے بشر رسول نہیں ہوسکتا۔ کہتے تھے۔" ما انزل اللہ علی بشر من شئ" یہ سالبہ کلیہ ہے یعنی کسی بشر پر اللہ نے کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا" من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ" یہ موجبہ جزیہ ہے اور سالبہ کلیہ کا نقیض ہے یعنی کفار کی بات غلط ہے۔

منطق بدعت نہیں:

ان منطقی قواعد کی حقیقتیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں لیکن ان کے اطلاقات حادث ہیں۔ اب اگر کوئی منطق کو بدعت اور منطقی کو بدعتی کہے' تو صحیح نہیں' پھر تو اصول حدیث' اصول فقہ اور فقہ بھی بدعت ہوگی اور محدثین اور فقہا بدعتی ہوں گے۔ العیاذ باللہ۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے محدثین متکلمین ماتریدیہ پر اعتراض کیا ہے کہ ایمان کے بارے میں ان کا مسلک صحیح اور درست ہے' لیکن ان کے اطلاقات حادث اور بدعتی ہیں۔ حضرت العلامہ مولانا سمیع اللہ خان صاحب مدظلہ نے جواب دیا ہے کہ یہ ابن تیمیہ کا خدشہ ہے' یہ بدعتی اقوال نہیں بلکہ جدید اصطلاحات ہیں" لكل مصطلح ان يصطلح ماشاء " یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے فقہا کرام نے نماز کے تمام اجزاء کا تجزیہ کر کے کہہ دیا کہ فلاں جز فرض ہے فلاں واجب اور فلاں سنت ہے۔ یہ تجزیہ اس لئے کیا کہ نماز کے ہر جز کا الگ الگ حکم معلوم ہو جائے۔ ایسا کرنا بدعت نہیں۔

مثال:

نماز کا تجزیہ گھڑی کے اجزاء کی تجزیہ کی طرح ہے جس طرح گھڑی میں بعض پرزے اہم اور بعض اجزاء تزئین وتکمیل کے لئے ہوتے ہیں' اس طرح نماز کے بعض اجزاء اہم یعنی فرض واجب اور بعض اجزاء تکمیل وتزئین کے لئے ہوتے ہیں۔

پس اصل تو قرآن وحدیث ہے اس میں بے شمار مخفی قواعد ہیں ان میں بے شمار جزئیات پڑے ہوئے ہیں۔ فقہ' اصول فقہ' اصول حدیث' صرف' نحو' منطق' معانی وغیرہ مفید معاون علوم نے قرآن وحدیث کے تمام مخفی قواعد اور جزئیات آشکارا کردیئے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا سرچشمہ ذات باری ہے' اس کی ہر صفت لامحدود ہے تو اس کی صفت علم اور کلام کے بے کراں وسعتوں کا احاطہ کون کرسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کے ان تمام معاون علوم میں جان ومال اور وقت کھپانے سے اجتہادی استعداد بڑھتی ہے عقلی قوتیں بڑھتی ہیں۔ ان تمام علوم وفنون کی تمام اصطلاحات کو اگر لغوی معنی سے بدعت کہہ دیا جائے تو ٹھیک ہے جس طرح حضرت عمرؓ نے بیس رکعت تراویح کے بارے میں فرمایا تھا۔ ''نعمۃ البدعۃ ھذہ'' حضرت شیخ سلیم اللہ خان فرماتے ہیں جس طرح انسان میں قوت عاملہ ہے جس کے عدم استعمال سے وہ قوت منجمد ہوجاتی ہے' پھر انسان پر فالج وغیرہ' بیماریاں حملہ کرتی ہیں' اس طرح انسان میں قوت مدرکہ عاقلہ بھی ہے اس کے عدم استعمال سے اس قوت کو نقصان پہنچا ہے' عقل عالم واقع کے لئے سلطان ہے۔ محسوسات کے لئے عقل ہے' اگر اس کا استعمال نہ ہو تو بالکل واضح بات بھی سمجھ میں نہیں آتی' بڑی عمر کے دیہاتی ان پڑھ لوگوں کو دیکھ لیں ان کی عقل بڑی موٹی ہوتی ہے علمی اور معقولاتی باتیں تو درکنار کبھی عام باتیں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتیں وجہ یہ ہے کہ ان بے چاروں کی عقل کبھی استعمال ہوئی ہی نہیں ہے۔ دنیاوی امور میں عقل خوب استعمال کی ہوئی ہے لیکن دینی اور علمی باتوں تک ان کی رسائی مشکل ہوتی ہے' علوم وفنون کا تعلق تو عقل کے ساتھ ہے۔ اور ان کی عقل اس باب میں منجمد ہوچکی ہوتی ہے۔

کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ختم اللہ علی قلوبھم"

یعنی ان کی تمام استعدادیں اور قوتیں دین کے بارے میں عدم استعمال کی وجہ سے ختم ہوچکی ہیں قوت عاقلہ کا استعمال منطق میں خوب ہوتا ہے' کیونکہ معقولات کی بحثیں ہیں' غبی طلبہ کی غباوت کا علاج بھی ہے کیونکہ اس سے "تشحیذ الاذہان" ہوتا ہے' تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ منطقی حضرات اکثر بزرگ قسم کے لوگ ہوتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کی ابحاث کرتے رہتے ہیں لیکن کبھی ان میں غرور بھی آجاتا ہے۔

لطیفہ: ایک طالب علم نے سلم العلوم کی شرح ''بوستہ'' زبانی یاد کی تھی' اتفاقاً ایک مرتبہ بازار میں کسی شخص کو شرٹ پتلون میں ملبوس دیکھا تو اس کے ساتھ الجھ پڑا کہ بوستہ میں نے یاد کی ہے' اور سوٹڈ بوٹڈ آپ پھرتے ہیں' لیکن اگر اس

نشہ علمی کے ساتھ دینی تہذیب جمع ہو جائے تو آدمی کی اصلاح ہو جاتی ہے اور پھر ایک قابل جوہر بن جاتا ہے طلباء کا بھی ایک مزاج ہوتا ہے کہتے ہیں کہ جس نے منطق نہ پڑھی ہو اس کو "لابد" کا ترجمہ بھی نہیں آتا۔ ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ ایک ایک کتاب کا ماہر عالم ہوتا تھا ہمارے علاقہ میں ایک عالم کی کافیہ دانی میں بڑی شہرت تھی جبکہ شرح جامی میں یہ کیفیت نہ تھی۔ ایک عالم نے ایک طالب علم کے سامنے "لابد" کا پورا ترجمہ کر دیا۔ اور کہا کہ یہ لا کا معنی ہے طالب علم نے کہا کہ بدّ کا کیا معنی ہے؟ تو استاد نے کہا: کہ یہ منطقی لفظ ہے تو طلباء نے مشہور کر دیا کہ جس نے منطق نہ پڑھی ہو تو "لابد" کا ترجمہ بھی نہیں کر سکتا۔

## اکابر اور علم منطق:

ہمارے اکابر علوم کا سمندر تھے ہر فتنے کا جواب تعاقب اور رد کیا۔ ہر ملحد کو دندان شکن جواب دیا یہ اکابر علم منطق کے ماہر تھے شاہ ولی اللہ اور اس کے خاندان والے اس فن میں بڑے ماہر تھے۔

حجۃ اللہ البالغہ تفسیر بیضاوی تفسیر کبیر توضیح تلویح مسلم الثبوت مطول اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب "آب حیات" وغیرہ منطق کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی ان قیمتی اور علمی جواہر پاروں سے استفادہ علم منطق میں مہارت کے بغیر مشکل ہے۔

## تنبیہ:

اس فن کی اہمیت میں شک تو نہیں لیکن زیادہ انہماک بھی صحیح نہیں بعض لوگوں نے صرف اسی فن میں عمریں کھپا دیں حالانکہ یہ تو دیگر علوم آلیہ کی طرح ایک آلہ ہے ساری عمر آلہ کے ساتھ بسر کرنا اور مقاصد سے محروم رہنا سعادت مندی نہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ کسی بڑی شخصیت کا قول نقل کرتے ہیں کہ منطق فی نفسہ تو بے کار ہے لیکن کارآمد چیز اس کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے تو اس کا سیکھنا برا نہیں بلکہ ایک حد تک ضروری ہے۔

ہمارے زمانے میں معتزلہ جبریہ اور خوارج تو موجود نہیں ہیں لیکن ان کے عقائد موجود ہیں ان کا رد منطق کے بغیر مشکل ہے ہمارے اکابرین کو اس فن میں ملکہ حاصل تھا ہمارے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم المعروف بہ وڈیگرام بابا طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ آپ بھی بڑے عجیب ہیں کہ دورۂ حدیث اور منطق پڑھ لینے کے بعد جا کر دوسرے فنون کا دورہ کرتے ہو اس زمانے میں بونیر میں ایلئے نامی جگہ میں اصول فقہ کا دورہ ہوتا تھا فرماتے تھے کہ منطق پڑھ لینے کے بعد دوروں کی ضرورت نہیں مراد یہ تھی کہ منطق اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لینے کے بعد استعداد اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ آدمی فن کی ہر کتاب حل کر سکتا ہے۔ استاد محترم حضرت مارتونگ بابا فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر تفصیل کے ساتھ کوئی مسئلہ شروع کروں تو کئی دن تک اس پر بحث کر سکتا ہوں اگر بحث ختم کرنا چاہوں تو ختم کر دیتا ہوں ورنہ ہفتوں میں وہ بحث ختم نہیں ہو سکتی یہ ان کی اجتہادی قوت تھی آپ کو تمام علوم اور بالخصوص علم منطق میں درجہ کمال

مہارت حاصل تھی‘ بلکہ اس فن کے مجتہد تھے۔

منطق اور فلسفہ میں فرق:

فلاسفہ کے نزدیک علم منطق فلسفہ کا مقدمہ ہے‘ لیکن اہل سنت والجماعت کے علماء نے علم منطق کو تمام علوم کا مقدمہ قرار دیا ہے‘ علم حکمت اور فلاسفہ کے بہت سے مسائل خلاف شرع ہیں۔ جن کی علماء دوران درس تردید کرتے رہتے ہیں۔ تہافتہ الفلاسفہ میں تفصیلاً اس کا ذکر ہے جس طرح ہمارے فقہاء کرام اپنی کتابوں میں تردید کے لئے بطور نمونہ کفریہ اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۹) امام مسلم نے مسلم شریف کے مقدمہ کے آخر میں حدیث معنعن کے ضمن میں یہ بات لکھی ہے کہ لفظ عن کے ساتھ روایت حدث کو معنعن کہتے ہیں اس میں امام مسلم کا مذہب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت کے لئے امکان اللقاء کافی ہے بشرطیکہ روای مدلس نہ ہو جبکہ امام بخاری کے نزدیک بالفعل لقاء ضروری ہے امام مسلم نے اس مسئلہ میں امام بخاری اوران کے ہم نوا حضرات کی خوب خبر لی ہے کہ ان کا قول محدث ہے اور سلفا خلفا تمام محدثین کے خلاف ہے۔

امام مسلم نے پہلا رد یہ کیا ہے کہ امام بخاری اوران کے ساتھیوں نے خرق الاجماع کیا ہے‘ پھر ان سے منع مصطلح یعنی دلیل کا مطالبہ کیا ہے۔ کہ آپ جو شرط زیادہ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے۔ قیامت تک نقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے عقلی دلیل تو پیش کریں‘ امام بخاری اور اس کے ہم خیال حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کے رواۃ قدیماً وحدیثاً کبھی روایت کو مرسل بغیر تدلیس کے ذکر کرتے ہیں یعنی ارسال کرتے ہیں ان مرسل روایات پر کسی نے نکیر نہیں کی۔ حالانکہ امام شافعیؒ اور محدثین کے نزدیک مرسل روایت قابل حجت نہیں اب جب حدیث مرسل قابل حجت نہیں اور پھر بھی محدثین ارسال کرتے ہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ راوی جب الفاظ ذکر نہ کرے بلکہ لفظ عن ذکر کرے تو احتمال ہے کہ اس نے ارسال کی ہے تو احتمال ارسال ختم کرنے کے لئے ہم نے بالفعل لقاء کی شرط لگادی ہے۔ امام مسلم نے اس پر مضبوط رد نقض اجمالی یا نقض تفصیلی کی شکل میں کیا ہے۔

شارحین لکھتے ہیں کہ یہ استدلال ایسا ہے کہ جیسے فلاسفہ ہیولیٰ ثابت کرتے ہیں۔ "ان بعض الاجسام القابلة للانفكاك يجب ان يكون في نفسه متصلا واحدة والالزم الجزء الذى لايتجزى" بعض اجسام القابلة للانفکاک متصل ہوں گے۔ اگر فی نفسہ متصل نہ ہوں تو جز لایتجزی لازم ہوگا۔ اور یہ لازم باطل ہے عناصر میں ہیولیٰ ثابت کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ہیولیٰ تمام اجسام میں ثابت ہے تو علامہ میبذی نے اس پر خوب رد کیا ہے کہ آپ نے تو عناصر میں ہیولیٰ صحیح طور پر ثابت نہیں کیا تو افلاک میں ہیولیٰ کیسے ثابت کروں گے‘ لیکن انہوں نے عناصر اربعہ یعنی مفردات میں ہیولیٰ ثابت کیا ہے۔ اور کہا کہ افلاک میں بھی ثابت ہے‘ اس لئے کہ جسم حقیقت میں ایک ہی نوعیہ ہے‘ اور حقیقت نوعی کے افراد متناہی فی الاحکام ہوتے ہیں۔ ان افراد میں حکم ایک

دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا۔یعنی جو حکم مقتضی طبیعت ہے وہ تمام افراد میں یکساں ہوتا ہے ایک دوسرے سے نہ مختلف اور نہ یہ حکم مختلف ہوتا ہے۔ " وان عاق عنها عائق خارج " اگرچہ خارجی موانع کی وجہ سے ایک حکم بعض افراد میں نہیں آجائے۔لیکن مقتضی ذات تمام افراد میں برابر ہوتا ہے اب جب بعض افراد میں کہ اجسام مفردہ قابلہ للا نفکاک ہیں احتیاج الی الھیولی ثابت ہوا تو سارے افراد جسم میں ہیولی ثابت ہوا۔اب امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں بھی حقیقتاً ایک ہی نوع ہے، نفس حقیقت کے اعتبار سے ایک راوی کا حکم دوسرے روای کے لئے بھی ثابت ہوگا۔ہاں اگر کوئی خارجی مانع پایا جائے تو حکم بدل جائے گا اب جب ایک راوی نے ارسال کیا ہے اور دوسری جگہ راوی نے عن کے ساتھ وروایت کی ہے تو اس میں بھی ارسال کا احتمال ہوگا۔کیونکہ یہ افراد درحقیقت نوعی واحد کے ہیں۔

امام بخاری وحزبہ "تفلیۃ اللقاء" شرط قرار دیا ہے۔

(۱۰) ایک صحابی نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر شرائع اسلام کے بارے میں پوچھا تو حضورﷺ نے کچھ شرائع کا ذکر فرمایا تو وہ صحابی کہنے لگے "یارسول اللہ لا ازید علی هذا ولا انقص منه شیأ" خدا کی قسم میں ان شرائع میں کوئی کمی زیادتی نہیں کروں گا۔لا ازید کا کیا مطلب ہے حضورﷺ نے تو مکمل اور پورے شرائع ذکر نہیں فرمائے تھے۔حج کا ذکر نہیں کیا منہیات کا ذکر نہیں کیا تو بغیر اس کے جنت میں داخلہ کیسے ہوگا۔دوسری طرف صحابی نے قسم بھی کھائی ہے حالانکہ ارشاد باری ہے کہ "لاتجعلو الله عرضة لایمانکم ان تبروا" یعنی کار خیر کے ترک کی قسم نہ کھاؤ حالانکہ صحابی نے جو قسم کھائی اس سے یہی نکلتا ہے کہ کار خیر کے ترک کی قسم ہے۔

اس حدیث کی محدثین نے مختلف توجیہات کی ہیں۔

(۱) تبلیغ ورسالت میں کمی نہیں کروں گا۔

(۲) اپنی طرف سے کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔اگر شریعت کی طرف سے کوئی اور حکم ملے تو اتباع کروں گا۔

(۳) سوال میں زیادتی نہیں کروں گا۔اور عمل میں کمی نہیں کروں گا۔ایسا نہیں کہ عمل میں زیادتی نہ کروں گا بلکہ عمل زیادہ کروں گا۔

(۴) حضور کے اس پیغام کو قوم تک پہنچانے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔"لا ازید" کا ذکر استطر ادا ہے یہ ایسا ہے جیسا صاحب حمداللہ حمداللہ میں ذکر کرتے ہیں کہ تصدیق کا متعلق قضیہ کا اجمالی مفہوم ہے آگے لکھتے ہیں، اجمال کے تین معانی ہیں۔(۱) "کمافی الحد والمحدود" (۲) اجمال قبل التفصیل (۳) اجمال بعد التفصیل

اس پر اشکال ہے کہ حد میں تفصیل ہوتی ہے نہ کہ اجمال میں۔اجمال تو محدود میں ہوتا ہے۔تو "کمافی الحدو المحدود" کا کیا مطلب ہوا تو جواب میں کئی توجیہ پیش کی جاتی ہے۔ایک ان میں سے یہ ہے کہ حد کا استطر ادا ہے۔خرید وفروخت میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔دکاندار جب قیمت بتاتا ہے تو گاہک پوچھتا ہے کہ قیمت

میں کوئی کمی بیشی ہوگی یا نہیں۔ دکاندار بھی کہتا ہے کہ کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔ بائع ومشتری دونوں جانتے ہیں کہ کمی کے ساتھ بیشی کا ذکر استطر اداً ہے' آپ حضرات نے مذکورہ بالا قرآن وحدیث کی تشریحات اور توجیہات ملاحظہ فرمائیں' ان کی بنا علم منطق کے قواعد اور اصول پر ہے۔ علمی تبحر' عقلی ورزش اور عقلی قوتوں میں توسع اس معقولی علم کے ساتھ آتی ہے' ہم اس کو فرضیت کے درجے تک نہیں پہنچاتے اگر چہ بعض حضرات نے علم منطق کو ایک اعتبار سے فرض قرار دیا ہے اور بعض نے تو انتہائی تفریط سے کام لے کر حرمت کا فتوی صادر کیا ہے' یہ دونوں طرف سے زیادتی ہے' جو کسی طرح سے معقول بات نہیں۔

## وفاق کا نصاب:

نصاب میں بعض تبدیلیاں بڑی مفید ہیں اور بعض تبدیلیوں پر ہمیں شکوہ ہے کام وہی کرنا چاہیے جس سے طالب علم کی مضبوط علمی استعداد پیدا ہوتی ہو' نصاب میں ایسی تبدیلی کرنا جس سے استعداد مضبوط ہونے کی بجائے کمزور ہو جائے کوئی معقول بات نہیں۔ تعلیمی مدت بڑھانے کا اتنا فائدہ نہیں ہمارے زمانہ طالب علمی کا طریقہ یہ تھا کہ کسی فن کی کتاب کا مشکل حصہ استاد پڑھاتا تھا۔ بقیہ کتاب طالب علم کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ کیونکہ مقصد کتاب اور فن کا سیکھنا ہوتا تھا۔ مقصد کتاب کا ختم کرنا نہیں ہوتا تھا۔ شرح عقائد کا ابتدائی حصہ مشکل ہے۔ اس لئے عذاب قبر تک استاد پڑھاتا شرح جامی کا مقصد مہم شکل ہے باقی آسان ہے ہمارے استاد محترم حضرت مارتو تنگ بابا کا قدیم طریقہ یہ تھا کہ طالب علم سے کہتے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ اگر وہ ہاں کہہ دیتا تو کہتے کہ سناؤ کیا سمجھے اگر وہ درست مطلب بیان کر دیتا تو اس سے کہہ دیتے جاؤ آپ کا کام مکمل ہے' اگر طالب علم نے کتاب صحیح طور پر حل نہ کی ہوتی اور کچھ کمی باقی ہوتی تو پھر تفصیلاً عرض کرتے۔ اور پھر پڑھایا ہوا سبق پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق سنتے' لیکن حضرت مارتو تنگ بابا نے دارالعلوم سیدو شریف میں تشریف آوری کے بعد تدریس کا وہی پرانا طریقہ تبدیل کر دیا اب خود مکمل تقریر کر کے عبارت کے قاری سے اعادہ کرواتے تھے تو حضرت کے تلامذہ بالفعل مدرس ہوا کرتے تھے۔ اب نصاب کو آسان بنانے کی کوششیں کی جارہی ہے جو کسی طرح بھی طالب علم کے لئے اور علماء کے مستقبل کے لئے مفید نہیں۔ ماضی میں درس نظامی نے بڑے بڑے علماء پیدا کئے ہیں۔ ہمارے تمام اساتذہ اس درس نظامی کا ثمر ہیں۔

---

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

از: مولانا فضل وہاب

# سوانحی خاکہ
# شیخ الحدیث والتفسیر مولانا فضل واحدؒ

آپ کا مکمل نام فضل واحد ابن مولانا قاضی عبدالغفور عباسی قوم سواتی پٹھان ظریف خیل ہے۔

پیدائش۔ (گڑنگ) قاضی آباد تحصیل وضلع بٹگرام میں پاکستان بننے سے ایک سال دو قبل ہوئی۔ آپؒ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ آپؒ نے علمی سفر کیا اور علاقہ چھچھ حضرو اٹک تشریف لے گئے۔ آپؒ نے یہ سفر 1960 میں کیا۔ آپؒ نے شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتیؒ کی دو سال انکے مسجد میں رہ کر خدمت کی اور ابتدائی تعلیم پائی۔ آپکے مشہور اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ شیخ الحدیث مولانا رسول خان صاحبؒ (جو آپکے رشتہ دار بھی تھے) شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان تاجکی مہاجر مکیؒ (تاجک اٹک) شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک صاحب ہیں۔ آپ جامعہ اشرفیہ لاہور اور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے دھرے فارغ التحصیل ہوئے۔ اور 1969 میں تدریس شروع فرمائی جو تادم وفات جاری رہی۔ آپ نے پہلی تدریسی خدمت مولانا عبدالحنان صاحبؒ کے زیر سایہ انکی مسجد میں شروع فرمائی۔ بعد ازاں جامعہ دارالعلوم تعلیم القرآن ویسہ (ملحقہ وفاق المدارس ومنظور شدہ محکمہ تعلیم پنجاب ومنظور شدہ جی ایچ کیو وسعودی عرب ودبئی ایمبسیز) کی 3-1972 میں بنیاد رکھی۔ یہ سنگ بنیاد کی تقریب دوبار ہوئی۔

ایک بار صاحبزادہ شیخ العرب العجم حضرت مدنیؒ مولانا سید اسعد مدنیؒ سرپرست اعلیٰ جمعیت علماء ہند بمعیت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ہوئی۔ دوسری بار شیخ الحدیث مولانا عبدالحنانؒ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ شیخ الحدیث مولانا 1982 وفاق المدارس کے رکن شوریٰ بنے اور تا وفات رہے۔ 1980 سے آپ نے دورہ تفسیر القرآن شروع فرمایا جو تادم حیات انکی قیادت میں جاری رہا۔ 1982 سے آپ نے دورہ حدیث شریف (جامع ہٰذا) اساتذہ کی اجازت سے شروع فرمایا جو تادم حیات جاری رہا وفات سے 7 روز قبل بخاری شریف کتاب التعلیم کا آخری درس دیا۔

آپ پر علماء کا اعتماد اس درجہ تھا کہ ان اکابر میں سے ہر ایک اپنی وفات تک آپ اور آپکے ادارے کی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتیؒ سے بیعت ہوئے انکی وفات کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور انکے اور مولانا عبدالمالکؒ اور انکے بعد یہ سلسلہ (تربیت) خواجہ خان محمد دامت برکاتہم سے جاری رکھا۔

آپ نے جامعہ (مذکورہ) کے لیے اور تبلیغی دوروں پر اکثر بیرونی ممالک کے اسفار کیے۔ جن میں سعودی عرب' عرب امارات' ہانگ کانگ' انگلینڈ' ملائیشیا' افغانستان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے تلامذہ اندرون و بیرون ممالک میں کثیر تعداد میں تھے اور ہیں آپ کے اندر اخلاص اور للھیت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ بیک وقت طالب علم، عظیم الخصلت مدرس بے مایہ مفسر عظیم محدث، نڈر بے باک اور ہر دلعزیز خطیب، ایک ملنسار خلیق انسان فصیح مبلغ اور مجاہد تھے۔ آپ تہجد گزار تھے کہ عمر کی پندرویں سال سے شروع ہونے والی عبارت تا وفات بغیر ناغہ جاری رہی۔ آپ ہمیشہ باوضو رہتے اور کبھی بغیر وضو اور بغیر دستار کے درس نہیں دیا۔ آپ جب مجلس میں بیٹھے ہوتے تو معلوم نہ ہوتا کہ آپ اصل ہیں یا آپکے طلباء۔ آپ عرصہ 40 سال سے مریض تھے۔ لیکن تادم وفات ہمت نہیں ہاری آپ نے ہر باطل کا ہمشیہ یوں مقابلہ کیا کہ صف اول میں رہے آپ کو تین بار دل کا اٹیک ہوا۔

پہلی بار جب افغانستان میں اسلامی امارت کو گرایا گیا۔ (آپ بیرون ملک تھے) دوسری بار جب عراق کے صدر صدام حسین کو قتل کیا گیا اور عراقی مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا گیا۔ تیسری بار جب اسلام آباد کی مساجد کو گرایا گیا اور مدارس پر گولہ باری کی گئی آپ صاحب فراش ہوئے یہی مرض آپ کا مرض الموت ثابت ہوا۔

آپ کے عظیم علما اور پاکستانی لیڈران سیاسی سے گہری دوستی اور روابط تھے۔ ان میں سے بعض لیڈران سیاسی کے ساتھ آپکی ملاقات صرف مدارس کے حوالے سے ہوئی۔ نام درج ذیل ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب، شیخ الحدیث مولانا حسن جانؒ، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، مولانا طارق جمیل، مولانا محمد جمشید، مولانا اسعد مدنی، مولانا مرغوب الرحمٰن، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبداللہ شہیدؒ۔ ذوالفقار علی بھٹو، صدر ضیاالحق، شاہ احمد نورانی، میاں نواز شریف، صدر رفیق تارڑ۔

آپ نے جامعہ دارالعلوم تعلیم القرآن ویسہ کے علاوہ کئی مدارس قائم کیے جن میں جامعہ علوم شرعیہ دارالعلوم اٹک (برلب جی ٹی روڈ کامرہ) (جامعہ سیدۃ عائشہ للبنات (ویسہ) تعلیم القرآن پبلک اسکول (ایلیمنٹری انگلش میڈیم) قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ملک کے طول وعرض میں سینکڑوں مدرس اور مساجد کی سنگ بنیاد رکھی۔ آپ 63 سال کی عمر میں 20 ربیع الاول کو جمعرات کے دن صبح چاشت کے وقت دوران دعا (برائے مدارس وطلبا و خدام مدارس وعلما) خالق حقیقی سے جاملے۔

آپ کا جنازہ علاقہ چھچھ کا فقید المثال جنازہ تھا۔ (حالانکہ علاقہ چھچھ اکابر کا مرکز ہے اور رہیگا) آپ کی نماز جنازہ فرزند شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے ادا کی۔ آپ نے 2 عالم فرزند، 3 فاضلات اور 2 حافظات بیٹیاں چھوڑیں۔

(آخری قسط) حافظ محمد بلال اعجاز*

# ''دارالمصنفین شبلی اکیڈمی'' اعظم گڑھ
# اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم
## (تعارف وخدمات)

سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ نے ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی تاریخ کا خصوصی مطالعہ کیا تھا اور وہ اس کے ہر پہلو اور ہر گوشہ پر وسیع وعمیق نظر رکھتے تھے، عہد وسطیٰ کی تاریخ کے موضوع پر انہوں نے اپنی کتابوں میں اتنا مواد جمع کردیا ہے کہ اب کوئی محقق ان کے مطالعہ واستفادہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا اور ہندوستان کے معتبر، مستند مورخوں میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن کا شمار ہوتا ہے۔

تاریخ ہند کے سلسلہ میں علامہ شبلیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کے تاریخی مقالات کا ذکر بھی ناگزیر ہے، علامہ شبلی نعمانیؒ نے متعدد تصانیف کے علاوہ متعدد گرانقدر تاریخی مقالات بھی لکھے جو کتابچوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں، سید صباح الدین نے علامہ کے خاص تاریخی مقالات کو دو جلدوں میں مرتب کیا جسے دارالمصنفین نے شائع کیا، اسی طرح سید سلیمان ندویؒ کے تاریخی مقالات بھی صباح الدین نے مرتب کر کے شائع کیے، یہ مقالات تاریخ کے مختلف موضوعات پر ہیں اور اپنے موضوع پر منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔

دارالمصنفین کا سلسلہ تاریخ ہند بھی بے حد مقبول ہوا اور مراجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ مثلاً رقعات عالمگیر اور مقدمہ رقعات عالمگیر، اورنگزیب پر تحقیق کرنے کے لیے اب تک شمع راہ بنی ہوئی ہیں، بزم تیموریہ میں تیموری بادشاہوں کی علمی تاریخ پہلی بار پیش کی گئی ہے۔ یہ فارسی میں ترجمہ ہو کر اہل ایران سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ تاریخ ہند کے سلسلے میں دارالمصنفین کی مساعی اور خدمات بھی فراموش نہ کی جاسکیں گی۔ (۱۶)

**سلسلہ ناموران اسلام:**

اس سلسلہ تصانیف کا منصوبہ علامہ شبلی مرحوم نے بنایا تھا، چنانچہ انہوں نے ناموران اسلام اور نامور

---

* اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور۔

فرمانروایان اسلام کے تحت (۱) المامون، (۲) الفاروق، (۳) سیرۃ النعمان (۴) سوانح مولانا روم اور (۵) الغزالی وغیرہ لکھی جسے دارالمصنفین نے نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا، نیز اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھایا، اس سلسلہ کی اب تک مندرجہ ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں: ۶۔سیرت عائشہؓ ازمولانا سید سلیمان ندویؒ

۷۔حیات امام مالکؒ۔ایضاً ۸۔خیامؒ۔ایضاً ۹۔حیات شبلی: ایضاً ۱۰۔سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ازمولانا عبدالسلامؒ ۱۱۔امام رازیؒ ایضاً ۱۲۔ابن خلدونؒ ایضاً ۱۳۔اقبال کامل۔ایضاً

۱۴۔حکیم الامت نقوش وتاثرات ۔ ازمولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ ۱۵۔ابن رشدؒ۔ ازمولانا محمد یونس فرنگی محلیؒ

۱۶۔حیات سلیمانؒ۔ ازمولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ ۱۷۔محمد علی کی یاد میں۔ ازسید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ

۱۸۔صوفی امیر خسرو۔ ایضاً ۱۹۔سید محمود ایضاً ۲۰۔محمد علی کی ذاتی ڈائری ازمولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ

۲۱۔صاحب المثنوی ازقاضی تلمذ حسین ۲۲۔مولانا ابوالکلام آزادؒ ازمولانا ضیاءالدین اصلاحیؒ

۲۳۔حضرت معین الدین چشتیؒ ازسید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ ۲۴۔حضرت ابوالحسن الہجویریؒ ایضاً

۲۵۔مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر۔ ایضاً ۲۶۔پیر حسام الدین راشدی اوران کے علمی کارنامے۔ایضاً

۲۷۔امیر خسرو دہلویؒ-حیات اور شاعری (۱۶)

ان کتابوں کی قدر و قیمت کے جائزے کا یہ موقع نہیں یہاں چند بڑے لوگوں کی آراء نقل کی جاتی ہیں، مثلاً سیرت عائشہؓ کے متعلق علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ ''یہ ہدیہ سلیمان نہیں، سرمہ سلیمانی ہے، اس کتاب کے پڑھنے سے میرے علم میں بہت اضافہ ہوا۔''(۱۷)

اسکا انگریزی، ترکی اور عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔البتہ عربی ترجمہ اب تک شائع نہیں ہوا۔سید صاحب کی مشہور کتاب خیام میں تحقیقی وتدقیقی کدوکاوش کا جو بلند معیار قائم ہوا ہے۔اسکی داد ہندوستان سے لیکر افغانستان اور ایران تک کے اصحاب علم وفضل نے دی، فردوسی کی ہزار سالہ برسی کے موقع پر افغانستان نے ایران کو جو تحائف بھیجے تھے، ان میں ایک تحفہ یہ کتاب خیام بھی تھی۔علامہ اقبالؒ نے اس کے بارے میں لکھا تھا کہ ''عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا۔الحمدللہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا۔''(۱۸)

خود علامہ شبلیؒ کی سوانح عمری حیات شبلیؒ جو مسلمانوں کی گزشتہ دو سو برس کی علمی تاریخ کا مرقع ہے اس کی اہمیت کا اندازہ شیخ محمد اکرام کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''سید سلیمان ندویؒ نے حیات شبلی لکھ کر حالی سے وہ تاج فضیلت چھین لیا جو حیات جاوید کی بدولت ان کے سر پر تھا۔''(۱۹)

مولانا سید سلیمان ندویؒ کے دور طالب علمی کی یادگار حیات امام مالکؒ کی طباعت واشاعت کا سہرا بھی دارالمصنفین کے سر ہے۔یہ کتاب بھی بہت مقبول ہوئی، متعدد ایڈیشن اور تیلگو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

تذکرے: دارالمصنفین نے متعدد تذکرے بھی شائع کیے، جن کا موضوع کے لحاظ سے آئندہ ذکر ہوگا۔ البتہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی یادرفتگاں، سید مولانا عبدالسلام ندوی کی حکمائے اسلام اور سید صباح الدین عبدالرحمنؒ کی بزم رفتگاں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ماہنامہ معارف میں وفیات کے عنوان سے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی موت پر ماتمی مضامین لکھے تھے، انہی مضامین کو یادرفتگاں کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ یہ مضامین حالات وسوانح کے ساتھ ان اصحاب علم وفضل کے کارناموں پر مشتمل ہیں۔

حکمائے اسلام جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں حکماء کے حالات وسوانح اور ان کے کارناموں کی تفصیل ہے۔ یادرفتگاں ہی کی طرح سید صباح الدین عبدالرحمنؒ مرحوم کی بزم رفتگاں بھی ہے، یہ کتاب تذکروں میں اپنی انفرادیت کی وجہ سے بہت مقبول ہوئی اور آئندہ بھی تاریخ وسوانح کا مآخذ بنے گی۔

علم وفنون کی تاریخ: دارالمصنفین کے پیش نظر مختلف اسلامی علوم وفنون کی ترتیب وتدوین کا منصوبہ بھی تھا، خود علامہ شبلیؒ نے دارالمصنفین کے اغراض ومقاصد میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ دارالمصنفین کے رفقاء نے اس سلسلہ میں بھی متعدد گراں مایہ کتابیں لکھیں اور شائع کیں، مختصراً اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قرآنیات: دارالمصنفین نے اولاً اس موضوع پر مولانا سید سلیمان ندویؒ کی معرکۃ الآراء کتاب تاریخ ارض القرآن جو دو جلدوں پر مشتمل ہے شائع کی، اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے، مشہور روسی عالم علامہ جاراللہ ہندوستان آئے تو فرمایا کہ مجھ کو دارالمصنفین کی اہم خدمت کا اندازہ اسی کتاب کی اشاعت سے ہوا تھا۔ (۲۰)
اس کے علاوہ علامہ شبلیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کے قرآنی مقالات کو بھی دارالمصنفین نے مرتب کر کے شائع کیا۔

ترجمان القرآن مولانا حمیدالدین فراہیؒ کی تفسیر نظام القرآن کے متعدد اجزاء کی اشاعت بھی دارالمصنفین کا ایک اہم کام ہے۔ جناب سید صدیق حسن (آئی سی ایس) کی کتاب جمع وتدوین قرآن اور مولانا محمد ادیس نگرامیؒ کی تعلیم القرآن بھی دارالمصنفین کے سلسلہ مطبوعات کا حصہ ہیں۔

تفسیر: یہ موضوع بھی دارالمصنفین کے پیش نظر ابتداء ہی سے رہا، چنانچہ سب سے پہلے مولانا سعید انصاریؒ نے تفسیر ابومسلم اصفہانی کی تدوین کی، اہل علم جانتے ہیں کہ ابومسلم کی تفسیر ناپید ہے، اس کے مختلف اجزاء مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے، مولانا سعید انصاری نے انہیں نہایت تلاش وتفحص اور تحقیق وتدقیق سے مرتب کیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، دارالمصنفین نے ترجمان القرآن مولانا حمیدالدین فراہیؒ کے متعدد تفسیری رسائل بھی شائع کیے۔

مفسرین اور ان کی تفسیری کارناموں کی تاریخ کا کام بھی دارالمصنفین کے مقصد قیام میں شامل تھا، چنانچہ یہ کام دارالمصنفین کے ایک لائق رفیق مولانا محمد عارف عمری انجام دیتے رہے اور اس سلسلہ تصانیف میں اس کی پہلی جلد

تذکرہ مفسرین ہند شائع ہو چکی ہے۔(۲۱)

حدیث: فن حدیث اور محدثین کے کارناموں کو بھی دارالمصنفین نے تصنیف وتالیف کا موضوع بنایا، اس سلسلہ میں محدثین اور ان کی جلیل القدر خدمات کا تذکرہ تین مبسوط جلدوں میں مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ نے نہایت محققانہ انداز میں قلمبند کیا ہے، اپنے موضوع پر دارالمصنفین کی یہ ایک بڑی خدمت قرار دی جاسکتی ہے۔

فقہ: دارالمصنفین نے اس فن کی بھی بڑی خدمت کی، اس موضوع پر اب تک مندرجہ ذیل کتابیں دارالمصنفین نے لکھیں یا ترجمہ کی ہیں: ۱۔القضاء فی الاسلام　ترجمہ مولانا عبدالسلام ندویؒ

۲۔اسلامی قانون فوجداری　ایضاً　۳۔تاریخ فقہ اسلامی　ایضاً

۴۔مطلقہ عورت اور اس کا نان ونفقہ　از مولانا محمد عمیر الصدیق ندویؒ　۵۔تذکرۃ الفقہاء (حصہ اول)　ایضاً

آخری کتاب، فقہائے شافعیہ کے حالات وسوانح اور ان کی خدمات کے تذکرہ پر مشتمل ہے اس کی دوسری جلدیں زیر تصنیف ہیں۔(۲۲)

علم الکلام: علم الکلام ایک خاص مسلمانوں کا ایجاد کردہ فن ہے، اسلام میں بڑے بڑے متکلمین پیدا ہوئے، خود علامہ شبلیؒ اپنے وقت کے سب سے بڑے ماہر علم الکلام تھے۔ انہوں نے اس موضوع پر کئی کتابیں سپرد قلم کیں، دارالمصنفین نے نہ صرف ان کتابوں کو نہایت اہتمام سے شائع کیا بلکہ اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھایا۔ اب تک مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔　۱۔الکلام　از علامہ شبلی نعمانیؒ　۲۔علم الکلام　ایضاً

۳۔رسالہ اہل سنت والجماعت۔　مولانا سید سلیمان ندویؒ　۴۔الجہاد فی السلام۔　سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فلسفہ: دارالمصنفین نے اس موضوع پر درجنوں معرکۃ الآراء کتابیں شائع کی ہیں، جنکی فہرست پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱۔فلسفہ کی پہلی کتاب　از ڈاکٹر میر ولی الدینؒ　۲۔برکلے　از مولانا عبدالباری ندویؒ

۳۔فہم انسانی　ترجمہ ایضاً　۴۔مکالمات برکلے　ترجمہ ایضاً

۵۔مبادی فلسفہ اول　ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ　۶۔مبادی فلسفہ دوم　ایضاً

۷۔روح الاجتماع　از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلؒ　۸۔مقالہ روسو　ترجمہ صاحبزادہ ظفر الحسن خانؒ

۹۔ نطشے　از پروفیسر مظفر الدین ندویؒ　۱۰۔نفسیات ترغیب　ایضاً

۱۱۔مال ومشیت　از صاحبزادہ ظفر حسین خان　۱۲۔ انقلاب الامم　از مولانا عبدالسلام ندویؒ

۱۳۔تاریخ اخلاق اسلامی　ایضاً　۱۴۔طبقات الامم　ترجمہ اختر جوناگڑھیؒ

تعلیم وتربیت: یہ موضوع دارالمصنفین کے پیش نظر رہا، لیکن اس موضوع پر کام نسبتاً کم ہوا ہے، علامہ شبلی کے رسالہ ''مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم'' کے علاوہ سید ریاست علی ندویؒ کی کتاب ''اسلامی نظام تعلیم'' دارالمصنفین نے شائع کی

**اردوادب:** اردوادب کے ضمن میں یہ کہا جائے کہ دارالمصنفین نے اپنی ہر کتاب کے ذریعہ اصلاً اردوادب کی خدمت کی ہے۔اردوزبان وادب کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر نہایت اہم کتابیں رفقاء دارالمصنفین نے قلمبند کی ہیں۔اس موضوع پر ڈاکٹرخورشید نعمانی کی کتاب ''دارالمصنفین کی ادبی خدمات'' مطالعہ کے لائق ہے، یہاں صرف ادبی کتابوں کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے۔اسی سے دارالمصنفین کی ادبی خدمات کا اندازہ ہوجائے گا۔

۱۔اردوغزل　ازڈاکٹریوسف حسین خاںؒ　۲۔شعرالہنداول　ازمولاناعبدالسلام ندویؒ

۳۔شعرالہنددوم　ایضاً　۴۔اقبال کامل　ایضاً　۵۔مقالات عبدالسلام(ادبی)　ایضاً

۶۔گل رعنا　ازمولاناسیدعبدالحیؒ　۷۔انتخابات شبلی　مرتبہ سیدسلیمان ندویؒ

۸۔کلیات شبلی　ایضاً　۹۔غالب مدح وقدح کی روشنی میں(اول)ازجناب سیدصباح الدین عبدالرحمٰنؒ

۱۰۔ایضاً(دوم)　ایضاً　۱۱۔اردوزبان کی تمدنی اہمیت　ازعبدالرزاق قریشیؒ

۱۲۔مرزامظہرجان جاناں　ایضاً　۱۳۔نقوش سلیمانی　ازمولاناسیدسلیمان ندویؒ

۱۴۔مولاناسیدسلیمان ندوی کی علمی ودینی خدمات　ازسیدصباح الدین عبدالرحمٰنؒ

۱۵۔مولاناسیدسلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ　ایضاً

**فارسی شعروادب:** اس موضوع پر دارالمصنفین نے علامہ شبلی کی مشہور کتاب شعرالعجم کو جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، نہایت اہتمام سے شائع کیا، پروفیسر براؤن (E.G. Browne) نے تمنا کی تھی کہ کاش شعرالعجم فارسی اور انگریزی میں منتقل ہوجاتی، ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور شعرالعجم کی کئی جلدوں کا ایران اور افغانستان میں فارسی میں ترجمہ ہوا، شعرالعجم کے اب تک متعدد ایڈیشن طبع ہوکر مقبول ہوچکے ہیں۔(۲۳)

**عربی اورانگریزی مطبوعات:** دارالمصنفین نے اردو کے علاوہ عربی اور انگریزی میں بھی بعض کتابیں شائع کی ہیں۔جس کی فہرست یہ ہے:　۱۔تفسیرابی مسلم اصفہانی　جمعہ ومرتبہ الشیخ سعیدالانصاریؒ

۲۔اقسام القرآن　۔　للمعلم عبدالحمید الفراہیؒ　۳۔اجزاءشئی من تفسیر نظام القرآن

۴۔الانتقادعلی التمدن الاسلامی　العلامہ الشیخ الشبلی نعمانیؒ　۵۔دیوان الفیض۔　الاستاذفیض الحسن السہارنفوریؒ

۶۔ابوالعلامعری مالہ وماالیہ۔　الشیخ عبدالعزیزالمیمنیؒ　۷۔الرسالۃ الحمدیہ۔　مترجمہ محمد ناظم الندویؒ

۸۔الاسلام والمستشرقون　(دارالمصنفین)　۹۔دروس الادب　للسید سلیمان للندویؒ

دروس الادب بچوں کے لیے آسان زبان میں تعلیم کی غرض سے لکھی گئی ہے۔اس کے اب تک سینکڑوں ایڈیشن طبع ہوچکے ہیں۔

دارالمصنفین کی کتابوں کے انگریزی، ہندوی، عربی اور بعض دوسری علاقائی زبانوں میں تراجم کی سخت ضرورت ہے

تا کہ اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا جا سکے۔ مگر وسائل کی کمی کی وجہ سے یہ کام دارالمصنفین انجام نہیں دے پا رہا ہے۔

مکاتیب: دارالمصنفین نے علامہ شبلیؒ کے علمی، ادبی، تعلیمی اور ذاتی خطوط کو دو جلدوں میں شائع کیا ہے، مولانا سید سلیمان ندوی نے سفر یورپ سے جو خطوط لکھے تھے، انہیں بھی دارالمصنفین نے ''برید فرنگ'' کے نام سے شائع کیا، دارالمصنفین کے پہلے ناظم مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ملک کے نامور فضلاء ومشاہیر نے جو خطوط لکھے تھے ان کو بھی ایک جلد میں مرتب کر کے ''مشاہیر کے خطوط'' کے نام سے شائع کیا۔

سفرنامے: دارالمصنفین نے اب تک تین سفرنامے شائع کیے ہیں، اس کی ابتداء علامہ شبلیؒ کے مشہور سفرنامہ روم، مصروشام سے ہوئی۔ پھر مولانا سید سلیمان ندویؒ کا سفرنامہ افغانستان شائع ہوا۔ ایک سفرنامہ ''الفوز العظیم'' از مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانیؒ بھی دارالمصنفین نے شائع کیا۔

مقالات، خطبات اور شذرات: علامہ شبلیؒ نے مستقل تصانیف کے ساتھ سینکڑوں مقالات بھی سپرد قلم کیے تھے۔ سید صاحبؒ نے ان تمام مقالات کو جمع کر کے آٹھ جلدوں میں علی الترتیب مذہبی، ادبی، تعلیمی، تنقیدی، سوانحی، تاریخی، فلسفیانہ، قومی واخباری عناوین کے تحت شائع کیا۔ نویں جلد میں علامہ شبلی کے خطبات جمع کر دیے گئے ہیں۔

اسی طرح مولانا سید سلیمان ندویؒ کے علمی و دینی اور تاریخی مقالات کو بھی تین جلدوں میں دارالمصنفین نے شائع کیا ہے۔ پہلی جلد میں تاریخی دوسری جلد میں علمی اور تیسری جلد میں قرآنی مقالات ہیں۔

مولانا عبدالسلام ندویؒ نے نے خالص ادبی تصنیفات کے علاوہ سینکڑوں ادبی مضامین بھی لکھے تھے۔ دارالمصنفین نے ان مضامین کا ایک ضخیم مجموعہ بھی مقالات عبدالسلام کے نام سے شائع کیا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے معارف میں مسلسل چالیس، بیالیس برس تک شذرات لکھے جو آج اپنے عہد کی تاریخ کا بڑا اہم حصہ ہیں، دارالمصنفین نے سید صاحب کے تمام شذرات کو تین جلدوں میں اشاریہ و کتابیات کیساتھ شذرات سلیمانی کے نام سے شائع کیا، یہ تمام مقالات وخطبات اور شذرات آج بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں (۲۴)

اسلام اور مستشرقین: مستشرقین نے بظاہر اسلام کے ساتھ بڑا اعتنا کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین نے اپنے خاص مطمح نظر کی وجہ سے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا، دارالمصنفین کے بانی علامہ شبلی نعمانی نے ان کے زہر کے تریاق کی کوشش کی اور ان کے تلامذہ نے بھی اس اہم فریضہ علمی کو جاری رکھا، اپنی تصانیف کے علاوہ اپنے مقالات میں بھی مستشرقین کے خیالات پر نقد وتبصرہ کیا۔ اسی سلسلہ میں ۱۹۸۱ء میں ایک بین الاقوامی سیمینار بھی کیا جس میں پڑھے گئے مقالات کو دارالمصنفین نے شائع کیا، ایک جلد اس کی علامہ سید سلیمان ندوی کے مقالات ہیں۔ باقی چار جلدوں میں سیمینار میں پڑھے گئے مقالات شامل ہیں۔ (۲۵)

دارالمصنفین اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم: اس طویل لیکن ''دارالمصنفین'' کی خدمات کے حوالے

سے انتہائی اہم بحث کو پیش کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ کن اغراض ومقاصد کے تحت یہ ادارہ قائم کیا گیا اور وہ کون سی علمی روایت تھی جس کو لے کر مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم آگے بڑھے اور نصف صدی سے زائد عرصہ (۱۹۵۷ء۔ ۲۰۰۸ء) ادارے کے اہداف ومقاصد کی تکمیل میں لگے رہے۔ ''دارالمصنفین'' کے علمی روایت کے ارتقاء کے تین ادوار جو سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ کے عہد تک ہیں، ڈاکٹر خورشید ردولوی نے اپنے مضمون بعنوان ''جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم'' میں کچھ اس طرح بیان کیے ہیں۔

''یہ ایک سلسلۃ الذہب تھا جس کی ابتداء علامہ شبلی نعمانیؒ سے ہوئی تھی۔ اس سلسلہ کی دوسری کڑی سید سلیمان ندویؒ مولانا عبدالسلام ندویؒ تھے۔ ان کے ساتھ انتظامی امور کے نگران مولانا مسعود علی ندویؒ تھے، اس مثلث کو ''دارالمصنفین'' کا معمار کہا جاسکتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا عبدالسلام کو دارالمصنفین کی روح اور مولانا مسعود علی ندوی کو جسم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ سید صاحب نے اپنی تصنیفات سے اس ادارہ کو معراج کمال تک پہنچادیا اور اس سلسلۃ الذہب کی تیسری کڑی شاہ معین الدین ندویؒ اور سید صباح الدینؒ تھے جنہوں نے سید سلیمان ندویؒ کے بعد دارالمصنفین کی علمی روایت کو سنبھالا اور ایک گونہ بڑھایا، شاہ صاحب علمی دینی اور ادبی شخصیت کے مالک تھے، لیکن صباح الدین علم وعمل دونوں کا نمونہ اور رزم وبزم دونوں کے آدمی تھے، اسلئے انہوں نے دونوں میدانوں میں اپنے جوہر دکھائے (۲۶)

سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ کی وفات ۱۹۸۷ء کے بعد ''دارالمصنفین'' کی علمی روایت ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اپنے چوتھے دور میں داخل ہوتی ہے اور مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ ''دارالمصنفین'' کے نئے ڈائریکٹر اور تقریباً ایک صدی پر محیط اشاعتی سفر طے کرنے والے علمی وتحقیقی مجلے ''معارف'' کے مدیر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ ۱۹۳۷ء میں اعظم گڑھ کے قریبی علاقے ''نظام آباد'' کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''سہا، یا'' میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم آپ نے ''مدرسۃ الاصلاح'' میں ہی حاصل کی، آپ مولانا حمید الدین فراہیؒ کے شاگرد رشید مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کے خصوصی فیض یافتہ تھے۔

دارالمصنفین میں آپ کے سفر کا آغاز ۱۹۵۷ء سے ہوا جب آپ بحیثیت رفیق ادارے سے وابستہ ہوئے اور ادارے کے ''سلسلہ تاریخ ہند'' کی تدوین کے حوالے سے سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ کی راہنمائی میں کام شروع کیا۔ اس حوالے سے آپ نے عرب مورخین، سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کی برصغیر سے متعلق مشاہدات وتاثرات کو قلم بند کرنا شروع کیا اور انتہائی مختصر مدت میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب ''ہندوستان عربوں کی نظر میں'' سامنے آئی، اس کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کے کئی تحقیقی وتدوینی شاہکار سامنے آئے جن میں تذکرۃ المحدثین ''ایضاح القرآن''، ''مسلمانوں کی تعلیم'' ''انتخاب کلام اقبالؒ'' اور ''مولانا ابوالکلام آزادؒ'' شامل ہیں۔

انکے علاوہ کئی ملکی وغیر ملکی تحقیقی رسالوں میں آپ نے سینکڑوں مقالات لکھے جن میں ایک طرف جہاں

''دارالمصنفین'' کی تحقیقی وتدوینی روایت کا خاص خیال رکھا گیا ہے وہیں امت مسلمہ کو درپیش تحدیات (Challenges) کے حل کے حوالے سے بھی کوششیں کی گئی ہیں۔

تقریباً بیس سال کے عرصے پر مشتمل بحیثیت مدیر ''معارف'' میں آپ کے ''شذرات'' بھی مسلمانانِ ہند کی دینی وسیاسی حالت اور اس حالت سے نکلنے کی کسک، چبھن اور درد لیے ہوئے ہیں۔ مسلمانانِ ہندوستان کی دگرگوں دینی وعلمی حالت اور اس پر مستزاد ہندو مذہبی تحریکوں کے مسلم کشی، ایسے اقدامات کے تناظر میں آپ کے ''شذرات'' مسلمانانِ ہندوستان کے لیے امید کی کرن اور نوید سحر کی مانند ہیں۔ ''شذرات'' معارف میں لکھتے ہیں کہ:

ایک طرف اگر مسلمانوں نے اپنی ساری خصوصیات و امتیازات کو گنوا کر اپنی دینی پہچان اور ملی وقومی شناخت ختم کردی ہے اور تو دوسری طرف انہوں نے اپنے اندر وہ ساری خرابیاں اور عیوب پیدا کر لیے ہیں جو دوسری قوموں میں پائے جاتے ہیں، اسلئے ان میں اور دوسری قوموں میں کوئی فرق وامتیاز نہیں رہ گیا ہے، مسلمانوں کی سب سے بڑی پہچان ان کا عقیدۂ توحید تھا، وہ خدا پرست تھے، سچائی اور حق پسندی ان کی امتیازی شان تھی، عدل وانصاف پر قائم رہنا، ظلم وتشدد، قتل وخوں ریزی، معصیت اور بدکاری، جھوٹ اور فریب سے بچنا ان کا شعار تھا، عفو و درگزر، عدم انتقام، رواداری اور بے تعصبی ان کا شیوہ تھا لیکن اب ان سب سے وہ ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور توحید کی جگہ کفر وشرک کی خباثتوں میں پڑ گئے ہیں، غیر موحد اور خدا بیزار قوموں کے طریقے ان کی زندگی کا جزو لاینفک ہوگئے ہیں، ملحدانہ خیالات وتصورات ان کے ذہن ودماغ پر چھائے ہوئے ہیں، غلط افکار واعمال، باطل رجحانات ونظریات اور جاہلی رسوم وعادات ان کی پہچان ہوگئی ہے، انہوں نے اپنی معاشرتی زندگی میں توہم پرست قوموں کے سارے خرافات اور ان کی قبیح رسم ورواج داخل کر لیے ہیں جن سے اسلام نے انہیں نجات دلائی تھی، غرض اسلامی اوصاف وکمالات سے مسلمان بالکل عاری اور دوسروں کے رنگ میں پوری طرح رنگ چکے ہیں جسکا نہ انہیں کوئی غم ہے اور نہ یہ احساس کہ یہ سب کیا دھرا خود ان ہی کا ہے۔ (۲۷)

ہندوستان میں مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ''ہندوستان جیسے ملکوں میں مسلم اقلیت کے تشخص کا مسئلہ بہت اہم ہوتا ہے، مسلمان اس کے لیے عموماً حکومت کو موردالزام قرار دیتے اور اپنے کو کسی طرح کا ذمہ دار نہیں سمجھتے، حالانکہ ان کے قومی وملی تشخص کے ختم ہونے اور ان کی شناخت ان کے اپنے رویے ہی کا زیادہ دخل ہے کیونکہ وہ خود ہی اپنی تہذیب وروایات سے دست بردار ہوتے جاتے ہیں اور اسلام کے احکام وہدایات پر عمل نہیں کرتے جو ان کے تشخص اور پہچان کی ضامن ہوتی ہیں، مخالف اسلام اعمال وکردار کے مرتکب ہو کر اسلام کی ایسی قبیح اور بدنما تصویر پیش کرتے ہیں جس کا ان کی اصل پہچان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اسلام انہیں جن اعلیٰ اوصاف و خصوصیات کا حامل بنانا چاہتا ہے، ان سے وہ کورے دکھائی دیتے ہیں، فساد اور بگاڑ کے جن جراثیم کا نام ونشان بھی ان کی زندگی میں نہیں ہونا چاہیے تھا اور جن کو مٹانے کے لیے اسلام آیا تھا، وہ ایک ایک کر کے ان میں پیدا ہوگئے ہیں اور

ان کے اسلامی وصف وامتیاز کو غارت کرر ہے ہیں، جو چیزیں ان کے ملی وجود اور اسلامی تشخص کے لیے سم قاتل تھیں وہی ان میں پھل پھول رہی ہیں، اور جن اعمال کا شائبہ بھی ان کی زندگی میں نہیں ہونا چاہیے تھا، وہ ان میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ ان کی اپنی پہچان اور شناخت معدوم ہوگئی ہے، اس میں سارا عمل دخل ان کا اپنا ہے، اس کے لیے کسی کو ذمہ دار وقصوروار نہیں کہا جاسکتا۔'' (۲۸)

تحریر کے پہلو بہ پہلو آپ کی تقریر بھی دینی وملی اور اصلاحی جذبے سے گویا معمور تھی اور آپ نے کئی ملکی وغیر ملکی مباحثوں اور مذاکروں میں اپنے کلیدی خطابات میں اس رنگ کو برقرار رکھتے ہوئے نسل نو کو ان کی تاریخ وتمدن سے جوڑنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ کی ملی واصلاحی خدمات کے درج بالا فکری ونظری راہنمائی کے حامل پہلوؤں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مدارس، انجمنوں اور تحقیقی اداروں کی عملی معاونت بھی آپ فرماتے رہے جن میں ''مسلم یونیورسٹی علیگڑھ،'' ندوۃ العلماء لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکیڈمی، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، دارالعلوم تاج المساجد بھوپال، جمعیت الفلاح، بلیریا گنج، اعظم گڑھ، ایسے ادارے سرفہرست ہیں۔ (۲۹)

دبستان شبلی وسلیمان اور صباح علم سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی لگائی ہوئی یہ شمع بھی بالآخر جل جل کر بروز ہفتہ ۲؍فروری ۲۰۰۸ء کو بجھ گئی اور دارالمصنفین اور اس سے وابستہ افراد اور اداروں کو سوگوار کر گئی۔ الغرض دارالمصنفین کی علمی وادبی اور تاریخی خدمات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بغیر کسی حکومتی سرپرستی اور محدود وسائل کے ساتھ ''دارالمصنفین'' کی خدمات کے ہمہ جہت پہلو افراد اور اداروں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس حوالے سے مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ کی خدمات بے مثل ہیں۔ آج پھر دارالمصنفین کی سوگوار فضا کسی مردِ عشق کے انتظار میں یہ کہہ رہی ہے:

لب ساقی پہ مکرر ہے صلا میرے بعد
کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق

---

## حوالہ جات


(۱) گیلانی، مناظر احسن، سوانح قاسمی، ۲/ ۹۸، بحوالہ سوانح مخطوط، مولانا قاسم نانوتویؒ، دارالعلوم دیوبند، س۔ن۔

(۲) ندوی، سید سلیمان، حیات شبلی، ص، ۶۸۸، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء

(۳) ندوی، سید سلیمان، حیات شبلی، ص: ۶۹۸

(۴) مکاتیب شبلی، مرتبہ سید سلیمان ندوی، مکتوب نمبر ۱۸، ص، ۱/ ۲۴۸، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء

(۵) حیات شبلی، ص: ۲۹۲

(۶) مکاتیب شبلی، مکتوب نمبر ۱۳، ص: ۲/ ۱۲۷

(۷) مکاتیب شبلی، مکتوب نمبر ۱۱۵، ص: ۱/ ۲۰۹

(۸) حیات شبلی، ص: ۶۹۵

(۹) مکاتیب شبلی، مکتوب نمبر ۱۱۳، بنام حبیب الرحمٰن شروانی، ص: ۱/ ۲۰۸

(۱۰) مکاتیب شبلی، مکتوب نمبر

(۱۱) غلام محمد، تذکرہ سلیمان، ص: ۵۵، ادارہ نشر المعارف، کراچی، ۲۹، ۱۹۸۴ء

(۱۲) مقالات یوم شبلی، خان عبداللہ، ص: ۱۷۴، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

(۱۳) پروفیسر خورشید نعمانی ردولوی، دارالمصنفین کی تاریخ اور علمی خدمات، ص: ۳۶۔۳۷، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۷۳ء

(۱۴) سید سلیمان ندویؒ، حیات شبلی، ص: ۱۸

(۱۵) پروفیسر خورشید نعمانی ردولوی، دارالمصنفین کی تاریخ اور علمی خدمات، ص: ۳۷۔۳۹

(۱۶) حامد علی خان، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ص: ۶۴، ساہتیہ اکیڈمی، دہلی انڈیا، ۱۹۹۶ء

(۱۷) شبلی و نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۶ء۔

(۱۸) سید صباح الدین عبدالرحمٰن، سہاہی فکر و نظر، جنوری، مارچ، ۱۹۸۸ء، تصنیفات کی فہرست میں اس مقالہ سے استفادہ کیا گیا۔

(۱۹) مکاتیب اقبال بنام سید سلیمان ندوی، مرتب سید شفقت رضوی، مکتوب نمبر ۲۱، ص: ۵۵، ادارہ تحقیقات افکار و تحریکات ملی، کراچی ۱۹۹۲ء

(۲۰) ایضاً، مکتوب نمبر ۵۹، ص: ۹۸

(۲۱) شیخ محمد اکرام، شبلی نامہ، ص: ۸، تاج آفس محمد علی روڈ، بمبئی س۔ن۔

(۲۲) سید صباح الدین عبدالرحمٰن، تعارف دارالمصنفین، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۷۱ء

(۲۳) ڈاکٹر الیاس الاعظمی، دارالمصنفین کی تاریخی خدمات، ص: ۳۵۹

(۲۴) سید صباح الدین عبدالرحمٰن، تعارف دارالمصنفین، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ص: ۳۴

(۲۵) ڈاکٹر الیاس الاعظمی، سید سلیمان ندویؒ، بحیثیت مورخ، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ہند، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۲

(۲۶) اسلام اور مستشرقین، مرتب سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۸۶ء

(۲۷) ڈاکٹر خورشید ردولوی، جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم، معارف، نومبر، ۱۹۸۹ء

(۲۸) افضال عثمانی، مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم، فرائیڈے اسپیشل، روزنامہ جسارت، کراچی، ۸ر فروری ۲۰۰۸ء، روزنامہ جسارت، ۵ر فروری ۲۰۰۸ء، کراچی

(۲۹) معارف، جنوری ۲۰۰۸ء، اعظم گڑھ، انڈیا ص: ۳۔۲

جناب محمد اسلام حقانی
متعلم دورہ حدیث دار العلوم

# مغربی میڈیا اور عالم اسلام کی صورت حال

اہل نظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیائے اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے عالم کفر اور مغربی طاقتیں اپنی پوری توانائی صرف کر رہی ہیں اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغربی قوتیں اور یہود و ہنود سے لے کر امریکی سامراج تک تمام عالم کفر متفق و متحد ہے۔ یہودیوں کا تخریبی ذہن روز اول سے اسلام کے خلاف نت نئی سازشوں میں مصروف عمل ہے اور اس وقت مغربی طاقتیں جہاں مسلمانوں کے خلاف مختلف میدانوں میں مصروف عمل ہیں مثلاً سیاسی، معاشی، عسکری، تبلیغی، سماجی، نجی شعبوں میں ان کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ وہاں ان کے پاس مسلمانوں کے خلاف اہم ترین ہتھیار مغربی ابلاغ عامہ بھی ہے اور مسلمان ممالک پوری طرح مغربی میڈیا کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

مغربی پریس میڈیا اور صحافت تو بظاہر انسانیت کے نہایت ہمدرد و بہی خواہ ہیں لیکن عملی دنیا میں پس پردہ ممالک اور اقوام تباہ و برباد کئے جارہے ہیں اور بالخصوص عالم اسلام اور مسلمان قوم اور پھر مسلمانوں میں راسخ العقیدہ مسلمان اس کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور عالم اسلام کے ابلاغ عامہ اور صحافت بھی مغربی صحافت کے نقش قدم پر قدم رکھ کر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن یہ کیسے اور کیوں ہو رہا ہے؟ ذیل میں اس کی نشان دہی کی جارہی ہے۔

صہیونی حکماء اور دانشوروں نے صحافت اور ابلاغ عامہ (میڈیا) کے مسائل کو حل کرنے کے لئے درج ذیل تجاویز پیش کی ہیں۔

(۱) صحافت کے گھوڑے پر پوری طرح سوار ہو کر اسکے مزاج کو درست کرنا ہوگا اور اسکی نکیل پکڑنی ہوگی۔

(۲) ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں ایسے صحافتی وسائل قطعاً نہیں ہونے چاہیے جن کے ذریعے وہ اپنی آراء و خیالات کو عوام الناس کے سامنے پیش کر سکیں اور کسی بھی قسم کی کوئی خبر، مضمون، کالم، اداریہ، ہم تک پہنچنے اور ہماری اذن و اجازت حاصل کئے بغیر عوام میں پھیلنے نہ پائے۔

(۳) اپنے ماتحت مختلف قسم کے ایسے اخبارات، رسائل، جرائد، ٹی وی چینلز، ریڈیو اسٹیشنز، ویب سائٹز ہونی چاہیے جو ہر قسم کے جمہوری اور غیر جمہوری، قانونی اور غیر قانونی پارٹیوں جنگجو اور متحارب گروہوں اور وحشیانہ جنگی نظاموں کی تائید حمایت کرتے ہوں جو ہمارے دشمن کی سالمیت کے لئے خطرناک ہوں۔

(۴) ہمیں اتنی پاور رکھنی چاہئے کہ جب ہم چاہیں قوموں میں شورش برپا کر دیں اور جب ہم چاہیں اُسے دبا کر خاموش کر دیں۔

(۵) معاشرے کے نکھے رزیل لوگوں کو صحافت اور ابلاغ عامہ کے اعلیٰ ترین مناصب تک، پہنچادیں بالخصوص اخبارات، رسائل جرائد، ٹی وی چینلو، ریڈیو اسٹیشنز ،ویب سائٹز کی ذمہ داریاں انکے حوالہ کریں جو ہماری مخالفت کا دم بھرتے ہوں اور پھر انکی نافرمانی کی صورت میں انکے عیوب کو طشت از بام کر دیا جائے اور ان کا خاتمہ کر کے دوسروں کیلئے باعث عبرت بنادیں۔

تو آیئے اب ان پانچ تجاویز کو مدنظر رکھ کر مغربی میڈیا کا اثر رسوخ بیان کریں آپ۔نے بے شمار اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ خبر کے حوالہ کے لئے ایسوسی ایٹ پریس کا نام درج ہوتا ہے۔ یہ ایجنسی دنیا کے کم و بیش دس ہزار اخبارات کو روزانہ خبریں فراہم کرتی ہے اور ایک ارب سے زائد افراد (تعلیم یافتہ وغیر تعلیم یافتہ) ان خبروں کو موضوع بحث بناتے ہیں اور ان کے اثرات قبول کرتے ہیں اور شعوری یا لاشعوری طور پر ان کے رنگ میں رنگتے چلے جاتے ہیں۔مغربی میڈیا کی معروف ایجنسیاں جو دنیا کے تمام اخبارات رسائل ٹی وی چینلو ریڈیو اسٹیشنز کو خبریں فراہم کرتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) ایسوسی ایڈ پریس (A.P) اس ایجنسی کے ساتھ ۱۳ سو روزنامے اور ۳۷۸۸ ریڈیو اور ٹی وی چینلو وابستہ ہیں۔ (۲) نیویارک ٹائمز نیوز سروس (NYTNS) یہ امریکن میڈیا کی سب سے بڑی ایجنسی ہے۔

(۳) یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل (UPI) اس سے ۱۱۳۵ اخبارات اور ۳۶۹۶ ریڈیو ٹی وی چینلو وابستہ ہیں اور تمام دنیا میں اسکے 200 مراکز ہے۔ (۴) واشنگٹن پوسٹ (W.P) (۵) لاس اینجلس ٹائمز نیوز سروس (LITNS)

(۶) انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبول (IHT) (۷) رائٹر (REUTER) جو 75 اخباری مراکز کے ذریعے 150 ممالک کے اخبارات رسائل ریڈیو سٹیشن ٹی وی چینلو کو خبریں فراہم کرتی ہے۔

ان اداروں کو دنیا کی بڑی خبر رساں ایجنسیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ان کے علاوہ ٹائم، نیوز ویک، وال سٹریٹ جنرل ریڈر ڈائجسٹ، اکانومسٹ وغیرہ کا شمار انتہائی موقر جرائد میں کیا جاتا ہے ان جرائد کی خبروں، تجزیوں اداریوں، مضمونوں، کالموں، اشتہاروں، کارٹونوں کے ذریعے ایک طرز اور اسلوب پر قاری کی تربیت ہوتی چلی جاتی ہے اور جو چیز شروع میں ناخوب ہوتی ہے آہستہ آہستہ خوب سے خوب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

ہفت روزہ ٹائم امریکہ۔ یہ دنیا کے ہر کونے میں پڑھا جاتا ہے۔کم وبیش ہر ملک میں اور اسکے بڑے، شہروں میں اسکے نمائندے موجود ہیں جسکی مجموعی تعداد کئی ہزار ہے۔آج سے 25 سال قبل کئی ممالک کے حکمران طبقہ بیورکریسی اور امراء اور اخباری صنعت سے وابستہ ڈھائی کروڑ افراد اسکا باقاعدگی کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے۔ اسطرح ماہنامہ ریڈر

ڈائجسٹ کی کم وبیش 25 سال قبل امریکا سے باہر فروخت ایک کروڑ بیس لاکھ سے زائد تھی یونائڈ اینڈ پریس (UP) آج سے 25 سال قبل اڑتالیس زبانوں میں خبریں جاری کرتا تھا اور آج بھی یہی ادارے تمام عالم کفر اور عالم اسلام کو خبریں فراہم کررہے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق ان میں سچ اور جھوٹ کی بھرمار کررہے ہیں۔ ہمارے تہذیب وثقافت وتہذیب نظر غور وفکر اور طرز عمل پر میڈیا نے کس سائنسی انداز سے اثرات مرتب کئے ہیں اسکا ایک سرسری جائزہ لینے سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان کے اثرات کے آگے نہ صرف بے بس ہیں بلکہ دور دور تک اس یلغار کا مقابلہ کرنے کے آثار نہیں ہیں پوری دنیا میں عیسائیوں کے زیر اثر 1580 ٹی وی چینلز اور ریڈیو اسٹیشن کام کررہے ہیں اور پوری دنیا میں 21000 ہزار میگزین عیسائیوں کی سرپرستی میں شائع ہورہے ہیں اور کثیر الاشاعت ماہنامہ ''پلین ٹرتھ'' جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتا ہے اسکی اشاعت 76,71,000 ہے اور اس کی مفت تقسیم کی جاتی ہے۔ اسکے مقابل میں اسلامی دنیا سے شائع ہونے والے رسائل، جرائد، اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا کا جائزہ لیا جائے تو افسوسناک صورت حال سامنے آتی ہے کہ ساری اسلامی دنیا میں کوئی ایسا اخبار نہیں نکلتا جسکی روزانہ اشاعت 15 لاکھ سے متجاوز ہو اور یہی صورت الیکٹرانک میڈیا کی بھی ہے۔ 57 کے لگ بھگ اسلامی ممالک سے 3500 کے قریب اخبارات، رسائل، و جرائد شائع ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے اقلیتی ممالک سے 1544 روزنامے اور 1075 ہفت روزے اور 1235 ماہنامے مختلف قسم کے معیاری اور غیر معیاری مجلے شائع ہورہے ہیں یہ مختلف زبانوں میں ہیں 19 فیصد انگریزی، 11 فیصد عربی اور باقی اردو اور مقامی زبانوں میں بہرحال مسلم ممالک میں جو اخبارت، رسائل، جرائد، قومی ہوں یا علاقائی ہوں یا کسی بھی زبان میں ہوں وہ اپنی مرضی کے مطابق کوئی خبر جاری نہیں کرسکتے بلکہ یہ اخبارات مغربی زہر آلودہ بین الاقوامی خبررساں ایجنسیوں سے خبریں حاصل کرکے اپنا کام چلاتے ہیں اسلامی ممالک کی صحافت اور ابلاغ عامہ (میڈیا) مغرب کے زیر اثر کام کررہا ہے۔

اسی طرح مسلم ممالک کے اخبارات میں چھپنے والے مضامین، آرٹیکلز، کالموں کے اصل مصنف ''رائیٹرز'' مسلم ممالک سے تعلق نہیں رکھتے اور جو کالم نگار مسلم ممالک سے تعلق رکھتے بھی ہوں تو انکے ہاتھ مغرب کے زیر اثر حرکت کرتے ہیں اکثر کالم نگار خواہ کسی ملک اور زبان سے تعلق رکھتے ہوں سیکولر، لبرل، روشن خیال کمیونسٹ، ماڈرنسٹ اور مغرب زدہ ہوتے ہیں اور کچھ ضمیر فروش بھی تو مسلمانوں کا اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ سارا فائدہ مغرب کو ہی ہوتا ہے۔

اس طرح اسلامی دنیا میں بی بی سی (BBC)، سی این این (CNN)، اے ایف پی (AFP)، وی او جی (VOG) اور وی او اے (VOA) کے مقابل کا کوئی خبر رساں ادارہ نہیں ہے اور جو کچھ ہیں تو وہ مغرب سے چند قدم آگے ہیں گویا مغرب کی چال چلتے ہیں اور جو لوگ الجزیرہ ٹی وی چینل کی بات کرتے ہیں کہ یہ اسلامی میڈیا ہے تو ذرا سوچئے! یہ ہرگز اسلامی میڈیا نہیں بلکہ یہ ایک پروپیگنڈہ چینل ہے امریکی مفادات کے لئے کام کررہا ہے۔ ذرائع ابلاغ

کا میدان مسلمانوں نے خالی چھوڑ دیا ہے اس شعبہ میں اگر مسلمان مار کھا رہے ہیں تو یہ صیہونی سازش سے زیادہ داخلی وجوہات کا نتیجہ ہے یہودیوں کا صرف ایک آدمی (رابرٹ مردوح) صرف چار براعظموں میں ایک سو پچیس روزناموں کا مالک ہے جنکی ایک ہفتے میں چار سو کروڑ کاپیاں شائع ہوتی ہیں صرف لندن ٹائمز، سنڈے ٹائمز اور سن کے قارئین کی تعداد ایک کروڑ ہے۔

اسکے علاوہ یہ آدمی بہت سے رسائل وجرائد کا مالک بھی ہے۔ اسی طرح یہودی میگزین (The Watch Tower) 72 زبانوں میں 54 لاکھ کی تعداد میں شائع ہورہا ہے۔ دوسرا رسالہ اویک (Awake) 5150000 کی تعداد میں 62 زبانوں میں شائع ہوتا ہے اور اس وقت ایشیا کی سب سے بڑی میڈیا ایجنسی ''انوسٹر رابرٹ مڈوک'' یہ بھی یہودیوں کی ہے یہ نئے نئے چینلز جو آئے روز منظر عام پر آرہے ہیں مثلاً زی ٹی وی، کیو ٹی وی اسکے علاوہ ایشیائی ممالک کے ایسے اخبارات، جرائد رسائل جو ناشائستہ تصاویر، رپورٹیں، خبریں، سرخیاں چٹکلے، کارٹون، کالمز، جیو ٹی وی، خیبر ٹی وی آج ٹی وی نشر و شائع کررہے ہیں یہ سارے اخبارات، رسائل، ٹی وی چینلز، مڈوک کے زیر اثر کام کررہے ہیں۔ اس وقت صرف پاکستان کے نجی شعبہ میں ستر ٹی وی چینلز معروف عمل ہیں اور یہ سب ملٹی نیشنل ادارے چلا رہے ہیں لہٰذا مسلمانوں کی موجودہ صحافت مغربی قواعد وضوابط اور اصولوں کی پابند ہے گویا کہ جرنلزم اور ابلاغ عامہ (میڈیا) کا شعبہ قطعی طور پر مغرب کی جاگیر بن چکا ہے کیونکہ مسلم میڈیا کی جڑیں اسلامی قوانین کے مطابق نہیں حالانکہ مسلم ممالک کے میڈیا اور صحافت کو صرف اسلام ہی سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہمارے اپنے دینی عناصر کا رویہ یہ ہے کہ میڈیا ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ یہ تو حکومت کا کام ہے یاللعجب! میڈیا میں ہمارے علمائے کرام کے پاس چند مخصوص اشاعت کے چند سو ماہنامے، سہ ماہی، ششماہی سالنامے اور ہفت روزے ہیں وہ بھی اکثر غیر معیاری اور صرف اپنے ادارے مدرسے اور تنظیم کے ترجمان کے طور پر کام کررہے ہیں یا ایک آدھ ناکام اخبار وہ بھی خبریں سیکولر میڈیا سے نقل کرتا ہے اور کالموں میں اکثر کالم نگار مغربی میڈیا کے اعداد وشمار اور جغرافیہ اور نقشے لے لیتے ہیں اسکے علاوہ نہ کالموں کیلئے درکار افراد کار موجود ہیں جو مسلمانوں کی صحیح ترجمانی اور رہنمائی کرسکیں اور بہت سے کالم نگار تو مکھی پر مکھی مارنے والے ہیں مغرب کا صرف ایک آدمی ''آرٹ بک والڈ'' کو لیں جن کو شہنشاہ کالم کا خطاب دیا تھا صرف ان کے کالمی مجموعوں کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔ وہ چھ سو اخبارات میں کالم لکھا کرتے تھے وہ پورے مغرب میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا کالم نگار تھا۔ لیکن مسلم قوموں میں ایسے افراد بہت کم ملتے ہیں۔ صرف پاکستانی کالم نگاروں کو لے لیجئے 99 فیصد کالم نگار سیکولر ذہنیت کے حامل افراد ہیں تو ان کی کالمز میں لادینیت کے سوا اور کیا ہوگا؟ الا ماشاء اللہ چند افراد ایسے ہیں جو مسلمانوں کی صحیح ترجمانی اور تربیت کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ حضرات جن اخبارات میں لکھتے ہیں وہ بہت محدود ہیں اور بعض قلمکار ایسے بھی ہیں جو مغرب کے مکروفریب افکار ونظریات کو جانتے بھی ہیں اور اسکا ترکی بہ ترکی

جواب بھی دے سکتے ہیں مگر المیہ یہ ہے کہ وہ اخبارات میں نہیں لکھتے مثلاً ڈاکٹر خالد علی انصاری صاحب، ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری۔ ڈاکٹر علی محمد رضوی، زاہد صدیق مغل یہ حضرات صرف رسالوں اور مقالوں تک محدود ہیں۔ مسلم صحافت میں راسم العقیدہ مسلمانوں کے ترجمان صرف چند اخبارات کچھ عرصہ سے جاری ہیں۔ اور پاکستانی مسلم قوم کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کرتے ہیں اور مغربی افکار اور تہذیب اور گمراہوں اور جدیدیت کے خطرناکیوں سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں لیکن یہ تعداد بہت کم اور زبان بھی محدود ہے لیکن پھر بھی یہ قومی سطح پر کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں لیکن بین الاقوامی سطح پر محدود ہیں۔ یہ اندھیری رات میں جگنو کے مترادف ہیں ویسے تو اخبارات رسائل جرائد بہت ہیں عربی انگریزی اردو، اور دیگر زبانوں میں بہت سے ممالک سے شائع ہوتے ہیں لیکن ان میں اکثر مغرب کے زیر اثر کام کر رہے ہیں۔ ان چند اخبارات ورسائل کے علاوہ نہ ہمارے پاس ریڈیو اسٹیشنز ہیں نہ ٹی وی چینلز نہ ویب سائٹز جو اسلامی قوانین کے مطابق مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں اور دشمن کے پروپیگنڈوں کے جواب دے سکیں اور جہاں تک میڈیا کی آزادی کی بات ہے جب میڈیا اسلامی امور واقدار' روایات' مذہب' مجاہدین' علماء کرام اور دینی مدارس پر تنقید کریں تو آزاد ہے لیکن مغربی نام ونہاد جمہوریت پر کوئی تنقید نہیں کر سکتا ہے جو بھی آتا ہے مغربی جمہوریت اور اس کے نظام کی تعریف کرتا ہے لہٰذا میڈیا اتنا ہی ''آزاد'' ہے جتنی ''آزادی'' اسکو عالمی خبر رساں ایجنسیوں کی طرف سے ملتی ہے کوئی بھی خبر، سرخی، رپورٹ، کالم، اداریہ ان عالمی ایجنسیوں کے بغیر منظر عام پر نہیں لا سکتے اس کے علاوہ دنیا کے 95 فیصد کتب پریس کلبز' لائبریریوں، پبلیشرز دار المطالع مغرب کے کنٹرول میں ہیں اور ترقی پسند ادیبوں، دانشوروں کا ٹولہ ان کے لئے کام کر رہا ہے جتنی بھی کتابیں ڈائجسٹ ناول افسانے اور شاعری کی کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں اکثر مغرب ہی کے زیر اثر لکھی جارہی ہیں۔ اس لئے لٹریچر بھی ابلاغ عامہ کا ایک اہم جز ہے تو انہوں نے اس کو بھی اپنے کنٹرول میں شروع سے رکھا ہے پھر پاکستانی صحافیوں کے حقوق کے لئے ایک تنظیم ''پاکستان'' فری لانس جرنلسٹ ایسوسی ایشن جب بنائی گئی تو وہ بھی بدقسمتی سے ''انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس'' کے زیر اثر آگئی۔ اب اگر میڈیا وار میں کوئی کردار ادا کرنا ہے تو اجتماعی کوششوں کو بروئے کار لاکر اپنا پلیٹ فارم بنانا ہوگا تاہم مشترکہ الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا کے پلیٹ فارم بنانا ممکن نہ ہو تو مشترکہ نیوز ایجنسی وغیرہ تو بنانا چاہیے۔ جب تک ہم دشمن کو دشمن کی زبان میں جواب نہیں دیں گے ہم انکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس وسائل کی کوئی کمی بھی نہیں ہے۔ صرف پاکستان کے دینی مدارس کے چاروفاقوں کے دینی جرائد کے بجائے چند معیاری روزنامے اور چند معیاری ہفت روزے اور چند معیاری ماہنامے سہ ماہی رسالے شش ماہی رسالے سالنامے جاری کریں جو مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسکی اشاعت ہو تو کچھ نہ کچھ ہم مغرب کے مقابلے کے قابل ہو جائیں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اُمت مسلمہ کو مغربی قوتوں کے مقابلہ کی طاقت نصیب فرمائے آمین

جناب شفیق الدین فاروقی

# دارالعلوم کے شب وروز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ سال ۲۰۰۸ء۔۱۴۲۹ھ کے وسطانی امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء اور تقریب تقسیم انعامات: الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں طلباء کی تعداد ہر سال باوجود وسائل کی کمی بڑھ رہی ہے۔طلباء کا تعلیمی، اخلاقی معیار بھی روبترقی ہے۔امسال پونے تین ہزار طلباء ہیں گیارہ سوتیس طلباء داخلہ کے دوران سخت ٹسٹ کے بعد شریک دورہ ہیں۔یہی حال تمام درجات میں ہے۔تین سال سے ربیع الثانی کے دوران تمام طلباء کا تفصیلی امتحان لیا جاتا ہے۔جس کے نتائج وامتحانی امور کی نگرانی حضرت مولانا محمد انوارالحق، نائب مہتمم کی نگرانی میں ممتاز اساتذہ پر مشتمل کمیٹی نہایت ایمانداری، اخلاص وعرقریزی سے انجام دیتی ہے۔امسال بھی وسطانی امتحانات کے نتائج مرتب کرنے کے بعد گیارہ جمادی الاولی کو دارالحدیث یعنی ایوان شریعت ہال میں تقریب انعامات کی پروقار وسادہ تقریب زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ منعقد ہوئی۔جس میں انہوں نے مختصر خطاب کے بعد مندرجہ ذیل طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے۔(شعبہ حفظ)۔اول: محمد امین بن عبداللہ۔اول :عبدالباسط بن سعید الرحمٰن۔دوم: ذاکر اللہ۔دوم: محمد سردار بن سخی سردار۔سوئم: شمس الرحمٰن بن عبدالحی۔سوئم: جمیل الرحمٰن۔ (اعدادیہ) اول: سلمان بن سلیم خان۔دوم: ناصر خان بن گل مست۔سوم: محمد ہاشم بن قلندر خان۔ (متوسطہ) اول: راج ولی بن نواب علی۔دوم: منیر بن شہزادہ۔سوئم: ساجد علی بن لال زمین۔(درجہ اولی) اول: تیمور خان بن مہابت خان۔دوم: محمد عارف بن نیاز بادشاہ۔سوئم: محمد جواد بن محمد ریاض۔ (درجہ ثانیہ) اول: محمد آصف بن محمد ابراہیم۔دوئم: محمد ادریس بن عبدالودود۔سوئم: محمد سہیل بن محمد عالم خان۔(درجہ ثالثہ) اول: محمد یعقوب بن محمد ایوب۔دوئم: حامد امین بن فضل امین۔سوئم: عبدالقہار بن آمین اللہ۔(درجہ رابعہ) اول: محمد بلال بن میر سید علی۔دوئم: طارق علی بن محمد علی۔سوئم: محمد یوسف بن عبدالرحمٰن۔(درجہ خامسہ) اول: علی حسن بن لطیف خان۔دوئم: ابن امین بن رحیم اللہ۔سوئم: محمد نعیم بن عبدالقیوم۔سوئم: سلیمان بن فضل ربی۔(درجہ سادسہ) اول: طیب الرحمٰن بن محمد ظفر۔دوئم: محمد آصف بن محمد اسرائیل۔سوئم: محمد جنید بن احسان الدین۔(درجہ تکمیل) اول: شجاعت بن علی شاہ۔دوئم: سید انور بن شربت خان۔دوئم: محمد طاہر بن عبدالجلیل۔سوئم: نعمان بن نور محمد۔(درجہ موقوف علیہ) اول: ضیاء الرحمٰن بن دولت خان۔دوئم: زاہد اللہ بن امان اللہ خان۔سوئم: محمد ہاشم بن راج ولی خان۔(درجہ عالیہ) اول: فضل مولیٰ بن گل حبیب۔دوئم: عابد مسرور بن مسرور گل۔سوئم: محمد فائق بن عبدالودود۔(تخصص فی الفقہ) اول: غلام حسین بن اکرم خان۔دوئم: ابوبکر صدیق بن امانت خان۔سوئم: ہدات خان بن لعل محمد۔(تخصص فی الحدیث) اول: سید حسین شاہ بن سید بادشاہ۔دوئم: رضوان اللہ بن محمد نسیم۔سوئم: محمد اختیار بن محمد مختیار۔(شعبہ کمپیوٹر) اول: رشید احمد بن مسکین احمد۔دوئم:

اشفاق گل بن دولت خان۔ سوئم: عبدالبصیر بن غیور خان۔ (تجوید) اول: احمد شاہ بن خدائیداد۔ دوئم: فیاض احمد بن نور محمد۔ سوئم: محمد بلال بن میر سید علی۔

کینیڈین نو مسلم خاتون کی دار العلوم آمد: کنیڈین خاتون جسے اللہ تعالیٰ نے نائن الیون کے بعد اسلام کی نعمت سے نوازا ہے' اور اب خدیجہ عبدالقہار کے نام سے اسلام اور اسلامی دنیا کے بارہ میں اصل حقائق اور رخ روشن دکھانا چاہتی ہیں' اس مقصد کے لئے جہاد کا دروازہ کھل رہا ہے (www.jihadunspun.com) کے عنوان سے ویب سائٹ بنا چکی ہیں۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ سے تفصیلی بات چیت اور ڈاکومنٹری فلم بنانے کے سلسلہ میں متعدد بار تشریف لائیں۔ مولانا مدظلہ نے اس معمر خاتون کے اسلامی جذبات کو سراہا اور ہر طرح تعاون کی پیشکش کی۔

حضرت مہتمم صاحب کے اسفار: ۲۱/اپریل کو حضرت مولانا مدظلہ نے گوجرانوالہ میں حضرت مولانا عبدالحمید سواتی ؒ کی تعزیت کی اور مغرب کی نماز کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم میں تعزیتی خطاب کیا۔ اسی دن مولانا نے جامعہ اسلامیہ کامونکی گوجرانوالہ میں مولانا عبدالرؤف صاحب فاروقی جنرل سیکرٹری جے یو آئی پنجاب کے پروگرام مکالمہ بین المذاہب کے سہ روزہ کورس کے اختتام میں خطاب کیا اور سندات تقسیم کیئے۔ ۲۲/اپریل کو جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد فیصل آباد میں مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کے صاحبزادہ جناب زاہد قاسمی کے استقبالیہ میں شرکت کی اور بعد از نماز ظہر جامع مسجد انوری سنت پورہ میں علماء و کارکنان کے کنونشن سے خطاب کیا۔ جس میں فیصل آباد کے تمام مدارس کے اکابرین بھی شریک ہوئے' بعد از عشاء مولانا مدظلہ نے مدرسہ قاسم العلوم جھنگ میں قاری محمد اشرف منصوری کے ادارہ میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا۔

دار العلوم کے استاذ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ عرف دیر بابا کی اہلیہ کی رحلت: ۴/مئی کی علی الصبح دار العلوم کے بزرگ استاد حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ عرف دیر بابا کی زوجہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ انتہائی' عابدہ' زاہدہ' نیک سیرت اور خداترس خاتون تھیں' زندگی بھر قرآن کی خدمت کی اور سینکڑوں بچوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ مرحومہ کا نماز جنازہ دار العلوم کے وسیع میدان میں ہوا۔ جنازہ میں صوبہ سرحد سے ہزاروں جید علماء کرام' فضلاء حقانیہ' سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے شرکت کی۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سفر ایران پر تھے۔ جنازہ حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے پڑھایا اور مقبرہ حقانی میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحومہ نے اپنے بچوں کی بڑی مثالی تربیت کی اور سب بچوں کو دینی اور عصری علوم سے آراستہ کیا۔ ادارہ حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے صاحبزادگان مولانا سعید الرحمٰن اور مولانا مطیع الرحمٰن سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

ماہنامہ "الحق" کے سابق کاتب محمد لطیف کیلانی صاحب کو صدمہ: ایک طویل عرصہ تک ماہنامہ الحق اور مؤتمر المصنفین کے خوشنویس جناب محمد لطیف کیلانی صاحب کے جواں سال فرزند محمد سفیان ۱۵/مئی کو وفات پا گئے۔ اس بے پناہ صدمہ کے موقع پر ادارہ مرحوم کے رفع درجات اور جناب کیلانی صاحب کے صبر جمیل کیلئے دعا گو ہے۔

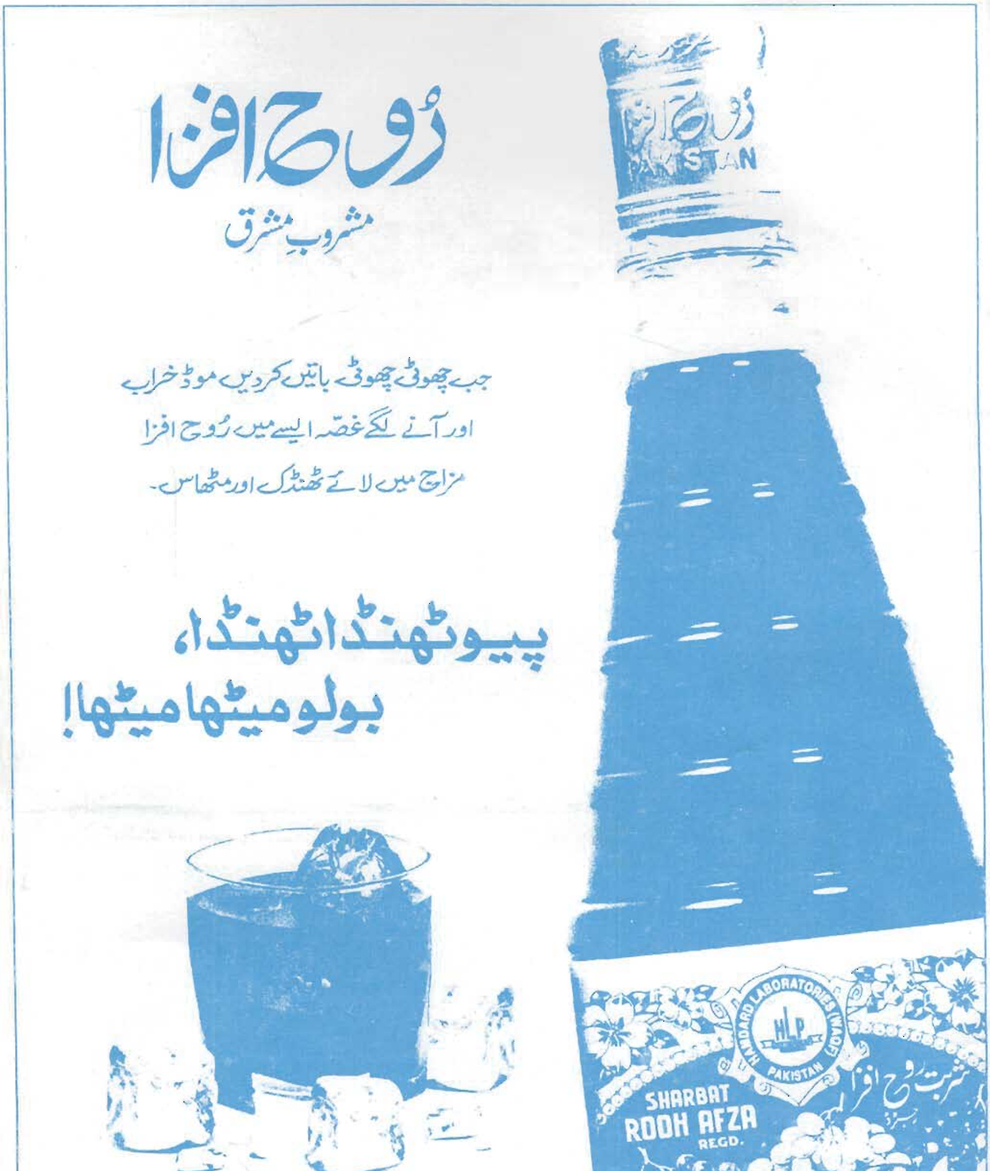
روح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
PAKISTAN
HAMDARD LABORATORIES (WAQF) PAKISTAN
SHARBAT ROOH AFZA REGD.
شربت روح افزا
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
ہمدرد
SGS
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk

Regd No P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak


○ موتمر المصنّفین کی عظیم علمی تاریخی پیشکش ○

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے درسی افادات کا عظیم شاہکار

# زین المحافل
## شرح
# الشمائل للترمذی

ضبط و ترتیب : مولانا اصلاح الدین حقانی

تحشیہ و تخریج : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

شمائل ترمذی کی دلنشین تشریح، خصائلِ نبوی پر عاشقانہ اور حکیمانہ گفتگو، علمی، ادبی اور فقہی تحقیقات، تفصیلی درسی افادات، اختلافی مسائل میں اعتدال اور قولِ فیصل، بعض معرکۃ الآراء مباحث پر فقیہانہ کلام، مستند حوالہ جات اور تحقیقی تعلیقات، نقدِ احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ، حالاتِ حاضرہ پر انطباق اور سیر حاصل تبصرے، بعض علمی اشکالات کے محققانہ جوابات، راویانِ حدیث کے بقدرِ ضرورت مستند تذکرے۔

الغرض عشقِ رسولؐ کے ولولوں سے معمور تحریریں، اندازِ بیان عام فہم اور سادہ، اساتذہ، طلبہ اور عامۃ المسلمین کے لئے نادر علمی تحفہ۔ گیارہ سو صفحات پر مشتمل یہ علمی سوغات دو جلدوں میں منظرِ عام پر آ گئی ہے۔

قیمت -/750 روپے

ناشر :

موتمر المصنّفین دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

Ph:0923-630435